تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر



امام المناظرین حضرت علامہ

مولانا محمد اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ادارہ اشاعت العلوم

وسن پورہ، لاہور، پاکستان

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ★ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

یہ ہماری کتاب تمہارے سامنے حق بیان کرتی ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے

تنویر الخواطر

بتحقیق

الحاضر والناظر

ابو زاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر گکھڑوی کی کتاب
تسوید النواظر فی تحقیق الحاضر و الناظر کا مکمل اور محققانہ جواب اور اس کی
دجالانہ روش کا منصفانہ تعقب و مسئلہ حاضر و ناظر کی عام فہم توضیح

از قلم

امام المناظرین حضرت علامہ مولانا محمد اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

ادارہ اشاعت العلوم وسن پورہ، لاہور، پاکستان

نام کتاب :- تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر

مصنف :- امام المناظرین حضرت مولانا صوفی محمد اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کتابت :- ذاکر حسین باجوہ

اشاعت سوم :- اکتوبر ۱۹۹۱ء

تعداد :- اشاعت اوّل تا دوم = ۳۰۰۰

اشاعت سوم = ۲۰۰۰

ہدیہ 160

ناشر :- ادارہ اشاعت العلوم افغان سٹریٹ وسن پورہ لاہور-۳۹

ملنے کا پتہ

ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد صوفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

وسن پورہ۔ لاہور

فہرست

گذارش

ہر خاص و عام خواندہ و ناخواندہ پر یہ بات واضح ہے کہ اہلِ سُنّت اور وہابیوں کے درمیان عقائد اور اعمال میں ایسا اختلاف ہے جس کا رفع ہونا نہایت مشکل ہے کیونکہ فرقہ وہابیہ نے کبھی تنقیح مسئلہ کی کوشش نہیں کی بلکہ سادہ مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں یہ ان کے بزرگوں کی پرانی سُنّت ہے اور سرفراز خاں صاحب نے تو اس میں کمال مہارت کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دو صفتیں خوب ظاہر فرمائی ہیں ایک جہالت اور دوسری بیہودگیت۔ خاں صاحب گکھڑوی کی اس روش نے بندہ کو مجبور کیا کہ اس کی کتاب تبرید النواظر[۱] کا جواب لکھوں۔ اس کے جاہلانہ استدلالات اور بیہودیانہ تحریفات کا انکشاف کروں اس لیے اس کتاب میں جو کہ ہدیۂ قارئین ہے میں نے دو باتوں کا ہی اہتمام کیا ہے۔ خاں صاحب گکھڑوی اور اس طائفہ وہابیہ کی تحریفات اور ان کے استدلالات کی تردید۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل تمام مسلمانوں کو عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرما دے آمین ثم آمین

نیاز آگین محمد اللہ دتا

۱؎ تبرید النواظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَنَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْد

یوں تو اس طائفہ وہابیہ نجدیہ کے یہودی صفت ہونے کی اتنی مثالیں ثابت ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ لیکن یہاں صرف چند مثالیں بطور نمونہ تحریر کی جا رہی ہیں۔ تاکہ ہمارے دعوے کی دلیل ہوں۔

مثالِ اوّل

خان صاحب گکھڑوی نے اپنی کتاب "تسوید النواظر" پر احمد علی صاحب لاہوری کی تصدیق تحریر کی ہے۔ تحریر تصدیق کے شروع میں ان کا نام یوں لکھا ہے۔ اسوۃ الصلحا قدوۃ العلما شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

مگر صد افسوس کے ساتھ ساتھ (دروازہ شیرانوالہ لاہور) نہ لکھا تاکہ رسوائی سے بچاؤ کی کوئی تو صورت باقی رہے اور اسی طرح شیخ التفسیر صاحب نے اپنی تحریر کے آخیر میں اپنے دستخط تو فرمائے لیکن یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ شیخ التفسیر صاحب کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ درست ہے کہ دل کا چور ضرور کھٹکتا ہے اس کے علاوہ شیخ التفسیر کی حقیقت سنیئے اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں۔

دیو بندی حضرات کے عقیدہ کے متعلق حنفیوں کے مسلّم التعظیم محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ سنیئے جو حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب نے تبرید النواظر کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ حضرت ملا علی قاری

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لکھتے ہیں...... اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش کیا ہے۔

" لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ الْمُسْلِمِیْنَ " یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے[1] یہ عبارت شیخ التفسیر نے تسویدالنواظر سے کاٹ چھانٹ کر کے نقل کی ہے۔ تسویدالنواظر کی اصل عبارت یہ ہے۔

" لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ الْمُسْلِمِیْنَ "[2]

خاں صاحب گکھڑوی نے یہ عبارت شرح الشفا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس غرض کے لیے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کو غلط ثابت کرے اور یہودیت کا خوب ثبوت دے۔ بندہ قارئین کے سامنے شرح الشفا کی صحیح اور پوری عبارت نقل کر دیتا ہے۔ پھر قارئین حضرات اِن دونوں یعنی گرو اور چیلے کی عیاری پر غور فرماویں۔ شرح الشفا شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

(اِنْ) وَفِیْ نُسْخَۃٍ فَاِنْ (لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) اَیْ لِاَنَّ رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ[3]

ترجمہ: اگر اور بعض نسخوں میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس تو کہہ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) اس لیے دیا ہے کہ روحِ مبارک آپ کی اہلِ اسلام کے گھروں میں موجود ہے۔

---

[1] تسویدالنواظر صفحہ ۲

[2] تسویدالنواظر صفحہ ۳۳

[3] شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۱۱۷

خاں صاحب گھکھڑوی کو مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ لا اپنی طرف سے گھسیڑتے ہوئے شرم نہیں آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لیے یہ گوہر افشانی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ "لا" رہ گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ جن کے پاس کتاب موجود ہے۔ انہیں میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کیا خان صاحب کسی ایسے نسخہ کی طرف ہماری رہنمائی فرما سکتے ہیں جس کی اصل عبارت میں "لا" موجود ہو نہ رضی سے کہتا ہے کہ اکیلے خاں صاحب ہی کیا ان کا سارا طائفہ بھی یہ بات نہیں کر سکتا کیوں کہ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کی عبارت میں لفظ "لا" کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ حرف (ای) جو کہ حرف تفسیر ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ میرے بعد جملہ مفسرہ اور مثبتہ ہو۔ خان صاحب عربی گرامر سے بالکل نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر عبارت میں لفظ "لا" داخل کر دیا جائے تو پورا جملہ یوں بنتا ہے۔

(اَیْ لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ)

اس صورت میں لفظ "لا" یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ جملہ نافیہ جس عقیدہ کی نفی کرتا ہے۔ اس جملہ سے پہلے ایک ایسا جملہ مثبتہ ہو جو اس عقیدہ کے خلاف کو ثابت کرے تو ایسے جملے کا ساری عبارت میں نام و نشان نہیں ہے۔ لہٰذا یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے اور کاذبین کے بارے میں قرآنِ مجید کا فتویٰ مشہور ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ اب اس کاذب کے مصدق شیخ التفسیر صاحب بھی اس انعام کے مستحق ہوں گے یا نہ۔ اگرچہ خان صاحب گکھڑوی کی کتاب ایسی خیانتوں سے بھرپور ہے جن کا اظہار اُن کے مواقع میں کیا جائے گا۔

اب اس طائفہ وہابیہ نجدیہ کے گرو گھنٹالوں کی بھی سُنیئے۔

مثال دوم

محمد اسحاق دہلوی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال سی ام : مسجد بنا کردن در گورستان برائے نماز و مکان دیگر برائے نشستن و ماندن و راحت یافتن مردمان از گرما و سرما و بارش جائز است یا گناہ کدام گناہ۔

جواب : مسجد بنا کردن در مقامی در قبور ہا حرام مستوجب لعنت است، حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر کسانیکہ بر قبور ہا مسجد بنا کنند لعنت فرمودہ اند چنانچہ در مشکوٰۃ شریف بروایت ابوداؤد و ترمذی و نسائی حدیث مذکور است

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ انتھی وَقَالَ الْمُلَّا عَلِیْ قَارِیْ فِیْ شَرْحِہٖ عَلَی الْمِشْکٰوۃِ اِنَّمَا حَرَّمَ اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَیْھَا لِاَنَّ الصَّلٰوۃَ فِیْھَا اِسْتِنَانٌ بِسُنَّۃِ الْیَھُوْدِ وَیَدُلُّ عَلَیْہِ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَلَّذِیْنَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اِنْتَھٰی[1]

محمد اسحاق نے حضرت ملا علی قاری کی عبارت نقل کرنے میں کمال خیانت کی ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت مرقاۃ کی۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

---

[1] مائتہ مسائل محمد اسحاق دہلوی صفحہ ۴۳

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ اِنَّمَا حَرَّمَ اِتِّخَاذُ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا لِاَنَّ فِي الصَّلٰوةِ فِيْهَا اِسْتِنَانٌ بِسُنَّةِ الْيَهُوْدِ اِنْتَهٰى وَقَيْدُ عَلَيْهَا يُفِيْدُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الْمَسَاجِدِ بِجَنْبِهَا لَا بَأْسَ بِهٖ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ ۔[2]

علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مالک نے کہا ہے کہ جز ایں نیست حرام کیا گیا ہے ۔ قبروں پر مسجد بنانا اس لیے کہ اس مسجد میں نماز گذارنا یہودیوں کے طریقے پر عمل کرنا ہے ، انتھی یعنی اتنا ابن ملک کا قول ہے ۔ اس کے بعد خود فرماتے ہیں کہ حدیث میں علیہا کی قید یہ فائدہ دیتی ہے کہ قبر کے ایک طرف مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ۔

اب قارئین حضرات اس مفتی کی دیانت داری دیکھیں کہ ابن مالک کے قول کو علی قاری کا قول قرار دے دیا اور علی قاری کی اصل عبارت ہضم کر گیا ۔ اب ذرا اسحاق صاحب سے بچھلوں کو ملاحظہ فرمادیں ۔

مثال سوم

اس طائفہ وہابیہ نجدیہ کے گروؤں کی فہرست میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کا نام بھی آتا ہے بلکہ رشید احمد گنگوہی تو ان کے غوث اعظم ہیں ۔ اس غوث الاعظم کے حکم سے ایک کتاب لکھی گئی ۔ جس کا نام براہین قاطعہ ہے اور لکھنے والے خلیل احمد صاحب انبیٹھوی ہیں وہ اس کتاب کے صراط پر لکھتے ایک شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو (یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام) دیوار

---

[1] ۔ مائۃ مسائل محمد اسحاق دہلوی

[2] ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ

کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، اس کی کوئی اصل نہیں۔ لَا اَصْلَ لَہٗ کا جملہ مدارج النبوت میں موجود ہے اب قارئین خود فیصلہ فرما دیں کہ لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کو نقل کرنا اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی کو چھوڑ جانا دیانت ہے یا بددیانتی۔ اب ذرا اس غوث الاعظم کے چہرے سے تھوڑا سا نقاب اور اٹھا دیتا ہوں۔

رشید احمد کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور لولاک لماخلقت الافلاک یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی زیدان کو وضعی بتلاتا ہے۔

جواب:

یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔[1]

ملاحظہ ہو عبارت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

بدانکہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق آدم و عالم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ	جان تو کہ اول مخلوقات اور واسطہ صدور کائنات اور واسطہ خلق عالم اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ نور محمد ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ[2]

کیوں جناب گکھڑوی صاحب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان چھپانا سنت یہود ہے یا نہیں۔

---

[1] فتاوی رشیدیہ کامل صفحہ ۱۵۱

[2] مدارج النبوت جلد ۲ ص ۲

مثالِ چہارم. ذرا سُنیئے شرح حصن حصین جس کے شارح قطب الدین محدث دہلوی ہیں. اُس کا ایک قدیم نسخہ جو کہ ۱۲۵۴ھ ہجری میں عبد الغفور شاہ جہاں آبادی کے مطبع میں چھپا تھا. میرے پاس موجود ہے اُس میں ایک حدیث اور اُس کی شرح یوں موجود ہے.

وَاِذَا اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ.

اور جو چاہے مدد اللہ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیئے کہ کہے اے بندو اللہ کے مدد کرو میری. اے بندو اللہ کے مدد کرو میری. نقل کی ہے یہ طبرانی نے

ف یہ قول راوی کا ہے. میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے. کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اُس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اُس مقدمہ اور نزدیک ہے ساتھ اسی کے فتح مقصود کذا ذکرہ الفتحس والمعلی [1]

اُس طائفہ وہابیہ نجدیہ نے خیانت سے کام لیتے ہوئے میرک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت بڑھا دی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور عباد اللہ سے مُراد فرشتے ہیں.

مثالِ پنجم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی کی سُورہ بقر کے ترجمہ میں خیانت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

وباشد رسُول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر

---

[1] نظر جلیس شرح حصن حصین صفحہ ۱۱۹

متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست وحجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔

اس کا ترجمہ فارسی سے اردو محمد علی چاند پوری نے کیا ہے جو کہ مطبع رحیمیہ دیوبند میں چھپا ہے اس نے شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کی مندرجہ بالا عبارت کا صرف یہ ترجمہ لکھا ہے۔

کیونکہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کونسا امر یعنی پردہ ترقی سے مانع ہوا ہے محمد علی چاند پوری نے یہ ترجمہ اپنی بزدلی کی بنا پر کیا ورنہ اگر گکھڑوی جیسے دلیر ہوتے تو ترجمہ لفظ بلفظ کر دیتے اور آخر میں کہہ دیتے کہ یہ عبدالعزیز صاحب کی اپنی رائے ہے اس لیے مردود ہے اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ

مثال ششم آمدم بر سر مطلب ۔ اہل سنت وجماعت کی مساجد میں نمازوں کے بعد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے خان صاحب گکھڑوی اور ان کا گروہ اس کارِ خیر سے بھی مسلمانوں کو منع کرتے ہیں، خان صاحب نے اپنی کتاب میں حدیث اور علماء کرام کی عبارتوں میں قطع برید کر کے اور تراجم میں تحریف کر کے ذکر بالجہر کی ممانعت ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے اور تحریر فرماتے ہیں۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ صحابہ کرام کسی وقت با آواز بلند ذکر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے ان کو منع فرمایا اور کہا۔

اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ۔ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار

رہے بلکہ تم تو سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو پھر بلند آواز سے چلانے کا کیا فائدہ۔[1]

یہ عبارت خان صاحب کی کتاب کی ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ وہابی کبھی تحریف سے باز نہیں آ سکتے کیونکہ اس میں ان کی قدیم سنت ہے اور جو تحریف نہ کرے اس کے وہابی ہونے میں شک ہے۔ خان صاحب نے حدیث پاک کی پوری عبارت کیوں نہیں نقل کی اس لیے کہ ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا تھا۔ بخاری شریف میں یہ حدیث یوں مذکور ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ لَمَّا غَزٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ اَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰی وَادٍ فَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّکْبِیْرِ اللّٰهُ اَکْبَرُ اللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ارْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَّهُوَ مَعَکُمْ۔

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ لڑی یا جب ادھر متوجہ ہوئے لوگ ایک وادی پر چڑھے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سمیع اور قریب کو پکارتے ہو سو وہ تمہارے ساتھ ہے۔[2]

ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حدیث پاک میں رفعنا اصواتکم کہاں ہے اور "بلند آواز سے چلانے کا کیا فائدہ" یہ کونسے جملے کا ترجمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑنے والوں کے حق میں جو وعیدیں آئی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں اور آوازوں کو نرم کرنے کے حکم سے ذکر بالجہر کی ممانعت کیسے ثابت

---

[1] تنویر النواظر صد

[2] بخاری شریف جلد ۲ صـ ۶۰۵

ہو گئی۔ ٹھیک ہے اگر عقل و دانش ہوتی تو وہابی کیوں بنتے۔ قرآن نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی شعور ختم کر دیتی ہے اس کے بعد استغفار، دُعا کے چند حوالے نقل کر دیے جن کو اصل مسئلہ کے ساتھ تعلق ہی نہیں بھلا کہاں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا جس کو دُعا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کہاں ذکرِ الٰہی۔ بہر حال یہ عدمِ شعور کی وجہ ہے۔

مثال ہشتم ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے حوالہ نقل کرتے ہیں کہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِاَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ فِی الْمَسْجِدِ وَلَوْ بِالذِّکْرِ حَرَامٌ

ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ آواز بلند کرنا مسجد میں اگرچہ ساتھ ذکر کے ہو حرام ہے۔[1]

اس حوالہ کی نقل میں بعینہٖ اُسی طرح خیانت کی ہے جس طرح محمد اسحاق دہلوی کا حوالہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ ابنِ مالک کے قول کو علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر دیا اور علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول ہضم کر لیا۔ اگر خان صاحب کو بعض قائلینِ حرمت کا علم نہیں تو ہم بتا دیتے ہیں۔

فِی الْحَاشِیَةِ الشَّامِیَّةِ اَنَّ قَوْلَ اِضْطِرَابٌ کَلَامُ الْبَزَّازِیَّةِ فِیْ ذٰلِکَ اَیْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ، فَتَارَةً قَالَ اِنَّهٗ حَرَامٌ وَتَارَةً قَالَ اِنَّهٗ جَائِزٌ۔

حاشیہ شامیہ میں ہے کہ نہیں کہتا ہوں رفع الصوت بالذکر میں بزازیہ کے قول میں اضطراب ہے کبھی اس نے حرام کہا ہے اور کبھی جائز۔[2]

اب ملا علی قاری کا مذہب ملاحظہ ہو۔ صاحبِ مشکوٰۃ شریف نے باب الوتر میں نقل کیا ہے کہ

---

[1] تنویر النواظر صفحہ ۱۹
[2] نقلاً عن مرضی اضداد الفتاوی اشرف علی تھانوی جلد ۴ صفحہ ۲

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ يُطِيْلُ فِيْ رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلٰثًا يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ ۔

ابی بن کعب کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہتے ہیں ..... اور نسائی نے عبدالرحمان بن البزی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کے سلام کے بعد ہمیشہ تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کہا کرتے تھے اور تیسری مرتبہ اپنی آواز بلند فرمایا کرتے تھے ۔[1]

علی القاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں ۔

قَالَ الْمُظْهِرُ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بَلْ عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ اِذَا اجْتَنَبَ الرِّيَاءَ اِظْهَارًا لِلدِّيْنِ وَتَعْلِيْمًا لِلسَّامِعِيْنَ اِيْقَاظًا لَّهُمْ مِنْ رَقْدَةِ الْغَفْلَةِ وَاِيْصَالًا لِبَرَكَةِ الذِّكْرِ اِلٰى مِقْدَارِ مَا يَبْلُغُ الصَّوْتُ اِلَيْهِ مِنَ الْحَيَوَانِ وَالشَّجَرِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدَرِ وَطَلَبًا لِاقْتِدَاءِ الْغَيْرِ بِالْخَيْرِ وَلِيَشْهَدَ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ

علامہ مظہر نے کہا ہے کہ یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں اظہار دین سامعین کو تعلیم، اور ان کو ذکر سے غفلت سے جگانا ہے اور ذکر کی برکت پہنچانا ہے جہاں تک آواز پہنچے حیوانوں کو درختوں کو پتھر اور مٹی کو، اور دوسروں سے مطالبہ ہے بھلے کام کی اتباع کرنے کا اور اس

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲

سَمِعَ صَوْتَهُ وَبَعْضُ الْمَشَائِخِ يَخْتَارُ إِخْفَاءَ الذِّكْرِ لِأَنَّهُ أَبْعَدُ مِنَ الرِّيَاءِ وَهٰذَا مُتَعَلِّقٌ بِالنِّيَّةِ [1]

لئے بھی کہ شہادت دیں گے ذاکر کے لیے تمام خشک اور تر جو آواز سنیں گے اور بعض مشائخ نے اخفاء کو پسند کیا ہے کہ ریاء کی مداخلت نہ ہو اور اس کا تعلق نیت کے ساتھ ہے۔

کیوں جی خاں صاحب آنکھوں سے وہابیت کا پردہ دُور ہوا یا نہیں اور سنیے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں

ودرین حدیث دلیل است بر مشروعیت جہر ذکر وآں ثابت است بے شبہہ۔

اس حدیث شریف میں جہر کے ساتھ ذکر کی مشروعیت پر دلیل ہے اور یہ بلا شبہ ثابت ہے [2]

اگر اب بھی خاں صاحب کے مرض قلبی میں تخفیف نہیں ہوئی تو ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی دکان سے دوائی لا دیتے ہیں۔ ہماری غرض صرف خاں صاحب اور ان کے طائفہ کی شفا ہے۔ حکیم الامت کے فتوی مندرجہ ذیل کو ملاحظہ فرما دیں۔ حکیم الامت لکھتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ [3]

ظاہر ہے کہ منع ذکر بدون اطلاع ذکر ممکن اور اطلاع بدون جہر غیر متصور ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

۱ : حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲ حاشیہ ۱۲

۲ : اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۵۵

۳ : پ ۱ البقرہ ع ۱۴ آیت ۱۱۴

إِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ .... وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه البخاری)

وَفِي الْفَتَاوَى الْخَيْرِيَّةِ مِنَ الْكَرَاهِيَةِ وَالْاِسْتِحْسَانِ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ مَا اقْتَضٰى طَلَبَ الْجَهْرِ بِهٖ نَحْوُ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِنْهُ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَهُنَاكَ اَحَادِيْثُ اِقْتَضَتْ طَلَبَ الْاِسْرَارِ وَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِاَنَّ ذٰلِكَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَالْاَحْوَالِ كَمَا جُمِعَ ذٰلِكَ بَيْنَ اَحَادِيْثِ الْجَهْرِ وَالْاِخْفَاءِ وَلَا يُعَارِضُ ذٰلِكَ حَدِيْثُ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ لِاَنَّهٗ حَيْثُ خِيْفَ الرِّيَاءُ وَتَاَذِّى الْمُصَلِّيْنَ اَوِ النِّيَامِ فَاِنْ خَلَا مِمَّا ذُكِرَ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّ الْجَهْرَ اَفْضَلُ لِاَنَّهٗ اَكْثَرُ عَمَلًا وَلِتَعَدِّيْ فَائِدَتِهٖ اِلَى السَّامِعِيْنَ وَيُوْقِظُ قَلْبَ الذَّاكِرِ فَيَجْمَعُ هَمَّهٗ اِلَى الْفِكْرِ وَيَصْرِفُ سَمْعَهٗ اِلَيْهِ وَيَطْرُدُ النَّوْمَ وَيَزِيْدُ النَّشَاطَ اهـ مُلَخَّصًا وَتَمَامُ الْكَلَامِ هُنَاكَ فَرَاجِعْهُ وَفِيْ حَاشِيَةِ الْحَمَوِيِّ عَنِ الْاِمَامِ الشَّعْرَانِيِّ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلَى اسْتِحْبَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا اِلَّا اَنْ يُشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلٰى نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ اَوْ قَارِئٍ الخ انتہی اور دلائل مانعین کے یہ جواب ہیں کہ آیت کا جواب اول تو یہ ہے کہ خفیہ مشترک ہے درمیان اعلان و اسرار چنانچہ منتہی الادب میں ہے خفا خفیا پنہاں کرد و آشکارا کرد از لغات اضداد است انتہی پس آیت محتمل ہوئی وَاِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ونیز مستفاد کہ خفیہ بمعنی اسرار ہے لیکن

تعارض ادلہ جمعاً بینہما امر کو اباحت یا استحباب پر حمل کرنا ضرور ہے حدیث کا جواب لمعات میں اس طرح دیا گیا ہے۔

اَلْمَنْعُ مِنَ الْجَھْرِ بِشَیْئٍ اٰیٰ وَ الْاٰثَارِ فَاَقُوْلُ لَا اَنْ یَّکُوْنَ الْجَھْرُ غَیْرَ مَشْرُوْعٍ

انتہیٰ اور اقوال بعض فقہا کے بعض پر حجت نہیں ہو سکتے۔

یہ خلاصہ ہے اختلاف اقوال کا وَ اَبْسَطُ فِی الْمُطَوَّلَاتِ راقم کی رائے ناقص میں قول مجوزین کا صحیح اور ان میں سے مفصلین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات واحادیث واقوال علماء کے جمع ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ خَیْرَ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد و یا مجمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے.....

پس ثابت ہوا کہ جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں۔ یہی ارجح واضح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جائے تب بھی عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانے کچھ خیر کر گزرتے ہیں چنانچہ خود مانعین نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

قَالَ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ بَعْدَ الْمَنْعِ مِنَ الْجَھْرِ وَھٰذَا لِلْخَوَاصِّ اَمَّا الْعَوَامُّ فَلَا یُمْنَعُوْنَ مِنْ تَکْبِیْرٍ وَلَا تَنَفُّلٍ اَصْلًا لِقِلَّۃِ رَغْبَتِھِمْ فِی الْخَیْرَاتِ بحر ۱۲ قولہ، فَلَا یُمْنَعُوْنَ لَا عَکْسَ الْمُقَابَلَۃِ اِلَّا لَوْ قَالَ فَلَا یُکْرَہُ فِیْ حَقِّھِمْ وَقَدْ یُقَالُ وَلَازِمُ عَدَمِ الْکَرَاھَۃِ وَقَوْلُہٗ اَصْلًا اَیْ لَا سِرًّا وَّلَا جَھْرًا فِی التَّکْبِیْرِ شامی

صفحہ امداد الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۵ تا صفحہ ۳۸

اگر حکیم الامّت جناب اشرف علی صاحب تھانوی کے اس سہل سے بھی خان صاحب کی طبیعت صاف نہ ہو تو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ وہ یہ ہے کہ یا تو اشرف علی صاحب حکیم الامّت ہی نہیں یہ دُم خواہ مخواہ اُن کے پیچھے لگائی گئی ہے یا یہ کہ خان صاحب گھڑوی ہی مریض لاعلاج ہیں۔

یہاں پر ایک دفع دخلِ مقدر بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ان عبارتوں سے ترجہر کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرنا جائز ثابت ہوا لیکن اہلسنّت نمازوں کے بعد بالخصوص نمازِ جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام حلقہ باندھ کر بڑے زور و شور سے پڑھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ پاک بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ شفا شریف قاضی عیاض میں مذکور ہے۔

رَوَی اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّکَ یَقُوْلُ تَدْرِیْ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ قَالَ ابْنُ عَطَاءٍ جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِکَ مَعِیْ وَقَالَ اَیْضًا جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ ؎

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے پس کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس طور پر آپ کا ذکر بلند کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ کہا جبریل علیہ السّلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے (جب میں ذکر کیا جاؤں گا۔ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ ابن عطا نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا) کہ میں نے ایمان کو آپ کے ذکر سے تمام کیا ہے۔

؎ شفا شریف جلد ۱ ص ۱۲

اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کو مَیں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے پس جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ہی ذکر کیا۔

مثال ہشتم : خان صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں۔

متاخرین نے ذکر بالجہر سے متعلق کیا کہا ہے اس سے بحث نہیں ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ صحابی نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے والوں کو بدعتی فرماتے ہوئے مسجد سے خارج کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس چیز کو تمہارے لیے ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ پسند نہ کرے اس چیز کو میں بھی تمہارے لیے پسند نہیں کرتا. . . . . اور ملا علی القاری حنفی نے حدیث اقلّہا تکلفاً کی شرح میں صحابہ کرام کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچ کر بتایا ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کا گروہ ذکر اور درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔[1]

جواب اوّل : رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا کسی کام کو پسند نہ فرمانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کام کرنا ناجائز یا حرام ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بہت سے کاموں کو پسند نہیں فرمایا جن میں سے بلند عمارات بنانا بھی شامل ہے اور صحابہ کرام اچھا لباس، عمدہ کھانے، بلکہ جوتیاں تک پہننا پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ قریب ہی بیان کریں گے تو کیا خان صاحب کے نزدیک یہ مذکورہ بالا کام ناجائز اور حرام نہیں۔

جواب دوم : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جن لوگوں کو

---

[1] تنویر النواظر ص ۲۰

اپنی کمال سادگی کی بنار پر مسجد سے چلے جانے کو فرمایا تھا وہ کون لوگ تھے۔ یقیناً وہ تابعین تھے جو کہ خیر القرون میں داخل ہیں۔ اُن کا صلوٰۃ و سلام کے لیے مسجد میں جمع ہو جانا ہی اس فعلِ خیر کے جواز پر کافی اور وافی دلیل ہے۔ لیکن نجدیوں کو اتنا شعور کہاں۔

جواب سوئم: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی ہیئت کذائیہ کو ناپسند کرتے ہوئے اُن کو صحابہ کرام کی کمال سادگی کی اتباع کی طرف اشارہ فرمایا۔ ورنہ حُرمت اور عدمِ جواز کے الفاظ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی جانتے تھے۔

مُلّا علی القاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت نقل کرکے خان صاحب نے جو عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

صاحب مشکوٰۃ نے عبداللہ بن مسعود کا قول یوں نقل فرمایا ہے۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا (الی آخر الحدیث)

(مشکوٰۃ شریف)

ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص راستہ اختیار کرنا چاہے پس وہ راستہ اختیار کرے اُن کا جو وفات پا چکے کیوں کہ زندہ فتنہ سے محفوظ نہیں اور وُہ لوگ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور افضل ہیں اس اُمت کے زیادہ نیک تھے باعتبار دلوں کے اور کامل تھے باعتبار علم کے اور بہت کم تکلف کرتے تھے۔

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ الباری اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا) اَيْ فِي الْعَمَلِ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَمْشُوْنَ حُفَاةً وَيُصَلُّوْنَ عَلَى الْاَرْضِ وَيَاكُلُوْنَ مِنْ كُلِّ آنِيَةٍ وَيَشْرَبُوْنَ مِنْ سُؤْرِ النَّاسِ وَكَذَا فِي الْعِلْمِ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْمَا لَا يَدْرُوْنَ لَا نَدْرِيْ وَكَانُوْا فِيْ اَلَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا فِيْ مَا يَعْنِيْهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْمَا لَا يَدْرُوْنَ لَا نَدْرِيْ وَكَانُوْا يَتَدَافَعُوْنَ الْفَتْوٰى عَنْ اَنْفُسِهِمْ وَيُشِيْرُوْنَ اِلٰى مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ .... وَلَا يَتَحَلَّقُوْنَ لِلْاَذْكَارِ وَالصَّلَوٰتِ بِرَفْعِ الصَّلَوٰتِ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا فِيْ بُيُوْتِهِمْ الخ[1]

ترجمہ: کم تھے باعتبار تکلف کے یعنی عمل میں پس وہ ننگے پاؤں چلتے تھے اور زمین پر نماز پڑھتے تھے اور ہر قسم کے برتنوں میں کھاتے اور لوگوں کا جھوٹا پیتے اور اسی طرح علم میں پس وہ غیر مفید باتیں ذکر تے جو نہ جانتے اس کا انکار کر دیتے اور سائلوں کو اپنے سے زیادہ علم والے کے پاس بھیج دیتے........ نہ مسجد میں نہ اپنے گھروں میں بلند آواز سے ذکر اور درود شریف پڑھنے کے لیے حلقے باندھتے۔

کیا وہابیوں اور نجدیوں کا ان تمام باتوں پر عمل ہے یا ان تمام کاموں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں یا یہ تمام افعال ان کے نزدیک ناجائز و حرام ہیں۔ ہرگز نہیں ان کے نزدیک تو صرف صلوٰۃ و سلام ہی ناجائز و حرام ہے اور یہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶۰

بھی اپنے جدِّ امجد ابنِ عبدالوہاب کی تقلید کی بنا پر نہ کہ تحقیق کی۔

شیخ الاسلام سیّد احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كَانَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَأَذّٰى مِنْ سَمَاعِهَا وَيَنْهٰى عَنِ الْاِتْيَانِ بِهَا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَعَنِ الْجَهْرِ عَلَى الْمَنَابِرِ وَيُؤْذِيْ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ وَيُعَاقِبُهٗ اَشَدَّ الْعِقَابِ حَتّٰى اَنَّهٗ قَتَلَ رَجُلًا اَعْمٰى كَانَ مُؤَذِّنًا صَالِحًا ذَا صَوْتٍ حَسَنٍ نَهَاهُ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْمَنَارَةِ بَعْدَ الْاَذَانِ فَلَمْ يَنْتَهِ وَاَتٰى بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِقَتْلِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرَّبَابَةَ فِيْ بَيْتِ الْخَاطِئَةِ يَعْنِي الزَّانِيَةِ اَقَلُّ اِثْمًا مِمَّنْ يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْمَنَابِرِ۔[1]

تھا منع کرتا (ابنِ عبدالوہاب) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دُرود پڑھنے سے اور تکلیف محسوس کرتا تھا اس کے سننے سے اور منع کرتا تھا جمعہ کی رات کو دُرود پڑھنے سے اور مناروں پر بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنے سے اور ایسا کرنے والوں کو سزا دیتا تھا۔ یہاں تک کہ قتل کروایا اس نے ایک نابینا مؤذن مردِ صالح کو جس کی آواز بہت حسین تھی منع کیا تھا اس کو اذان کے بعد منارے پر دُرود پڑھنے سے مگر وہ نہ منع ہوا پس حکم دیا اس کے قتل کا پھر قتل کیا گیا وہ، پھر کہا (ابنِ عبدالوہاب نے) کہ زانیہ عورت کے گھر باجا وغیرہ بجانے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلند آواز سے دُرود پڑھنا زیادہ گناہ ہے۔

[1] الدرر السنیۃ ص ۴۲

اور اس کی تصدیق حسین احمد صاحب دیوبندی نے اپنے رسالہ الشہاب الثاقب میں بھی کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ وسلام اور درود بر خیر الانام علیہ الصلوٰۃ و السلام اور قرأت دلائل الخیرات وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں[1]

اب خان صاحب خود فیصلہ فرماویں کہ وہ اپنے روحانی جدِ امجد ابن عبد الوہاب کی اولاد ہیں یا نہیں اور وہابیہ خبیثہ کے گروہ میں داخل ہیں یا نہیں ان کا اپنے آپ کو اہلِ سنت لکھنا فقدانِ حیاء کی بناء پر ہے یا نہیں ذکر بالجہر کی بحث کے بعد خان صاحب نے لفظِ شاہد کے معنوں میں کچھ گفتگو فرمائی ہے جس کا پول حاضر و ناظر کی بحث میں کھولا جائے گا ۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ اور ولی اللہ دہلوی کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ اقوال صوفیہ بابِ عقائد میں حجت نہیں ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے اہلِ سنت کے علماء صوفیاء کرام کی عبارتیں اپنے عقائد کی تائید میں پیش کرتے ہیں نہ کہ عقیدہ کی بنیاد اُن پر ہے ۔ عقائد سب کے سب بالخصوص اطلاع علی الغیب کا مسئلہ اور حاضر و ناظر کے مسئلہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی ہے ۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے ۔

مسئلہ علم الغیب

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ در بارۂ علم الغیب

---

[1] الشہاب الثاقب صفحہ

وَبِالْجُمْلَةِ اَلْعِلْمُ بِالْغَيْبِ اَمْرٌ تَفَرَّدَ بِهِ اللهُ تَعَالٰی لَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ لِلْعِبَادِ اِلَّا بِاِعْلَامٍ مِّنْهُ وَاِلْهَامٍ بِطَرِيْقِ الْمُعْجِزَةِ اَوِ الْكَرَامَةِ اَوْ اِرْشَادٍ اِلَى الْاِسْتِدْلَالِ بِالْاَمَارَاتِ فِيْمَا يُمْكِنُ فِيْهِ ذٰلِكَ[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم غیب ایک ایسی چیز ہے جو اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے۔ بندوں کو اس طرف کوئی راستہ نہیں مگر اللہ کے بتلانے یا بذریعہ الہام بطور معجزہ یا کرامت کے یا جس معاملہ میں علامات سے استدلال ممکن ہو

علی القاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يَعْلَمُوا الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّا مَا اَعْلَمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی[2]

یقین کرتو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غائب چیزوں کو نہیں جانتے مگر باعلام اللہ تعالیٰ۔

نیز اسی شرح شرح العقائد میں ہے۔

اَلتَّحْقِيْقُ اَنَّ الْغَيْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِيِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِيِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِنَفْيِ عِلْمِهٖ عَمَّنْ سِوَاهُ تَعَالٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ يَعْلَمُهٗ كَفَرَ وَمَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِيَ كَفَرَ وَاَمَّا مَا عُلِمَ بِحَاسَّةٍ اَوْ ضَرُوْرَةٍ

[1] شرح العقائد صہ ۱۵۰ [2] شرح فقہ اکبر صہ ۱۸۵

اَوْ دَلِيْلٍ فَلَيْسَ بِغَيْبٍ وَلَا كُفْرَ فِيْ دَعْوَاهُ وَلَا فِيْ تَصْدِيْقِهٖ عَلَى الْجَزْمِ فِي الْيَقِيْنِيْ وَالظَّنِّيْ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ وَبِهٰذَا التَّحْقِيْقِ يَنْدَفِعُ الْاِشْكَالُ فِي الْاُمُوْرِ الَّتِيْ يُزْعَمُ اَنَّهَا مِنَ الْغَيْبِ وَلَيْسَتْ .

تحقیق یہ ہے کہ علم غیب اُسے کہتے ہیں جو حواسِ خمسہ علمِ ضروری علم استدلالی سے غائب ہے اور تحقیق قرآن نے ایسے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا نفی کی ہے پس جو کوئی ایسے علمِ غیب کے جاننے کا دعویٰ کرے وُہ کافر ہے۔ اور اس کا مُصدّق بھی کافر۔ لیکن جو حواسِ خمسہ یا علمِ ضروری یا علمِ استدلالی کے ذریعے جان لیا جائے وہ غیب مطلق نہیں۔ اس کا دعویٰ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مُصدّق کافر ہے۔ چاہے تصدیق یقینی ہو یا ظنی اور اس تحقیق سے ان تمام امور میں سے اَشکال دُور ہو جاتے ہیں۔ جو کہ غیب گمان کئے جاتے ہیں اور اصل میں وہ غائب نہیں ہوتے۔

مِنْ كَوْنِهَا مُدْرَكَةً بِالسَّمْعِ اَوِ الْبَصَرِ اَوِ الدَّلِيْلِ فَاَحَدُهَا اَخْبَارُ الْاَنْبِيَاءِ لِاَنَّهَا مُسْتَفَادَةٌ مِّنَ الْوَحْيِ اَوْ مِنْ خَلْقِ الْعِلْمِ الضَّرُوْرِيِّ فِيْهِمْ وَمِنْ اِنْكِشَافِ الْقَرَايِنِ عَلٰى حَوَاسِهِمْ ثَانِيْهَا خَبَرُ الْوَلِيِّ لِاَنَّهٗ مُسْتَفَادٌ مِنَ النَّبِيِّ اَوْ رُؤْيَا صَالِحَةٍ اَوْ مِنَ الْاِلْهَامِ الَّتِيْ اَوْ مِنَ النَّظَرِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ اَهْلِ الْكَشْفِ ....

وَذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ اِنَّ التَّكْفِيْرَ خَاصٌّ بِمَنْ يَدَّعِيْ عِلْمَ الْغَيْبِ اَوْ يَزْعَمُ النُّجُوْمَ مُدَبِّرَةً بِالْاِسْتِقْلَالِ لہ

لہ نبراس شرح شرح العقائد صـ۳۴۳ـ

کیوں کہ اُن کا ادراک سُننے یا دیکھنے یا کسی دلیل کے ذریعے ہوتا ہے۔
ان امور میں ایک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی خبریں ہیں جو کہ بذریعہ وحی یا علم ضروری جو کہ پیدائشی طور پر انبیاء میں پیدا کیا جاتا ہے یا اُن پر چیزوں کے منکشف ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اولیاء کی خبریں کیونکہ وُہ یا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا رؤیا صالحہ یا الہام الٰہی یا لوحِ محفوظ دیکھنے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور یہ اہلِ کشف سے ثابت ہے اور اکثر محققین نے کہا ہے کہ تکفیر خاص اُس شخص کے ساتھ ہے جو بالاستقلال علم جاننے یا ستاروں کے مدبر ہونے کا گمان کرے۔

مُلّا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ کشف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فَإِذَا انْكَشَفَ جَمَالُ الْحَقِّ لَهُ ازْدَادَ ذَالِكَ النُّوْرُ فَيَتَقَوّٰى اِلٰى اَنْ يَّنْبَسِطَ يَنْشَرِحَ الصُّدُوْرُ وَيَطَّلِعَ الْعَبْدُ عَلٰى حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَيَتَجَلّٰى لَهُ الْغَيْبُ وَغَيْبُ الْغَيْبِ [1]

جب جمالِ حق بندہ پر منکشف ہو جاتا ہے تو نورِ باطنی تقویت یہاں تک پکڑ جاتا ہے کہ اس بندے کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے اور اطلاع پاتا ہے بندہ اوپر حقائق اشیاء کے اور روشن ہو جاتا ہے اُس کے لیے غیب اور غیب الغیب۔

---

[1] مرقاۃ جلد ۱ صہ ۵۶

اس نورِ باطنی کے بارے میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

اس کی شرح میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ الْمُنَاوِيُّ اَيْ اِطِّلَاعُهٗ عَلٰى مَا فِي الضَّمَائِرِ بِسَوَاطِعِ اَنْوَارٍ اَشْرَقَتْ عَلٰى قَلْبِهٖ فَتَجَلَّتْ لَهٗ بِهَا الْحَقَائِقُ وَقَالَ الْعَلْقَمِيُّ عَرَّفَهَا بَعْضُهُمْ بِاَنَّهَا الْاِطِّلَاعُ عَلٰى مَا فِيْ ضَمِيْرِ النَّاسِ وَبَعْضُهُمْ بِاَنَّهَا مُكَاشَفَةُ الْيَقِيْنِ وَمُعَايَنَةُ الْغَيْبِ ۱؎

شارح مناوی نے فرمایا ہے کہ فراست اطلاع علی مافی الضمائر ہے بوجہ اس نور کے جو کہ بندہ کے قلب پر روشن ہو جاتا ہے پس اس نور کی روشنی کے سبب بندہ پر حقائق روشن ہو جاتے ہیں اور علامہ علقمی نے کہا ہے کہ بعض نے فراست کی یہ تعریف کی ہے کہ اطلاع علی مافی ضمیر الناس کو فراست کہتے ہیں اور بعض نے مکاشفۂ یقین اور معاینۂ غیب کہا ہے

اور اس حدیث شریف کے بارے میں علامہ عزیزی لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(۲) اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى عِبَادًا يَعْرِفُوْنَ النَّاسَ اَيْ يَطَّلِعُوْنَ عَلٰى مَا فِيْ ضَمَائِرِهِمْ وَاَحْوَالِهِمْ بِالتَّوَسُّمِ اَيْ بِالتَّفَرُّسِ .... قَالَ الْمُنَاوِيُّ غَرَقُهُمْ فِيْ بَحْرِ شُهُوْدِهٖ فَجَادَ عَلَيْهِمْ بِكَشْفِ الْغِطَاءِ عَنْ اَبْصَارِهِمْ فَاَبْصَرُوْا بِهَا بَوَاطِنَ النَّاسِ ۲؎

۱؎ شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۳۲ ۲؎ شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۵

بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اطلاع ہے ان لوگوں کے دلوں اور حالوں پر بذریعہ فراست علامہ مناوی نے کہا ہے کہ غرق ہیں اللہ تعالیٰ کے بحر شہود (مشاہدہ حق) ہیں اٹھا دیئے اللہ نے ان کی آنکھوں سے پردے پس وہ اِس کشف کی وجہ سے لوگوں کے اندرونی حالات دیکھتے ہیں۔

(الحکیم والسیوطی عن انس رضی اللہ عنہ قال الشیخ حدیث حسن۔)

اکابر محققین اہل سنت وجماعت کی اِس تحقیق سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ غائب پر اطلاع پانے کے یہ تین ذریعے ہیں وحی الٰہی، الہام الٰہی، مکاشفہ وحی اور الہام بوقتِ ضرورت ہوتا ہے لیکن مکاشفہ حالت استمراری ہے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے لیکن اِس میں التفات اور عدم التفات الی المکشوف کو بھی دخل ہے۔

خان صاحب گکھڑوی اور ان کے مُصدق شیخ التفسیر احمد علی صاحب نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کو ہر وقت عالم ماکان و مایکون مانتے ہیں ماشاء اللہ اہل سنت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے جو اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو مغیبات پر اطلاع دیتا ہے۔ ذریعہ اطلاع اگرچہ کوئی بھی ہو اور اِس عقیدہ کی بنیاد قرآن مجید پر ہی ہے۔ ہم امام اہل سنت سیدنا و مولینا الشاہ احمد رضا رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کر دینے کے بعد دلائل نقل کریں گے۔

اِنَّ الْعِلْمَ اِمَّا ذَاتِیٌّ اِنْ کَانَ مَصْدَرُہٗ ذَاتَ الْعَالِمِ لَا مَدْخَلَ فِیْہِ لِغَیْرِہٖ عَطَاءً وَّلَا نَشْئًا وَّ اِمَّا عَطَائِیٌّ اِذَا کَانَ بِغَیْرِہٖ فَالْاَوَّلُ مُخْتَصٌّ بِالْمَوْلٰی سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لَا یُمْکِنُ لِغَیْرِہٖ وَمَنْ

اُثْبِتَ شَیْئًا مِّنْهُ وَلَوْ اَدْنٰی مِنْ اَدْنٰی مِنْ ذَرَّۃٍ لِاَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِیْنَ فَقَدْ کَفَرَ وَاَشْرَکَ وَبَارَ وَہَلَکَ وَالثَّانِیْ مُخْتَصٌّ بِعِبَادِہٖ وَمَنْ اَثْبَتَ شَیْئًا مِّنْہُ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَقَدْ کَفَرَ[1]

(الدولۃ المکیۃ ص۶)

بیشک علم دو قسم پر ہے۔ ذاتی کہ اس کا صدور ذاتِ عالم سے ہی ہو اسی میں کسی کی عطا اور سبب کو دخل نہ ہو۔ عطائی جو کسی کے عطا کرنے سے ہو پس قسم اوّل اللہ تعالیٰ سے خاص ہے غیر کیلئے ممکن نہیں جو ایک ذرہ سے بھی کم کسی کے لیے ثابت کرے کافر و مشرک ہے اور قسم دوم اللہ کے بندوں سے خاص ہے اللہ تعالےٰ کے لیے ناممکن ہی جو اس قسم کا علم اللہ تعالےٰ کے لیئے ثابت کرے کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے اس کے بتائے ایک حرف بھی کوئی نہیں جان سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔[2]

پھر فرماتے ہیں۔ ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطاء الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع[3]

یہی عقیدہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[4]

---

[1] : الدولۃ المکیۃ ص۶

[2] : خالص الاعتقاد ص۷ ۔ [3] : خالص الاعتقاد ص۱۲

[4] : پ ۲۹ الجن ع ۱۲ ۔ آیت ۲۷-۲۸

اور فرمایا :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [1]

یہاں پر چند مفید باتیں عرض کر دیتا ہوں جن سے وہابیہ نجدیہ کے اکثر اعتراضات کالعدم ہو جائیں گے۔

۱ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عَالِمُ الْغَيْبِ بِالذَّاتِ کی نفی فرمائی ہے۔

۲ : عالم الغیب اسی ذات کو کہا جاسکتا ہے جو عَالِمُ الْغَيْبِ بالذات ہو۔ یہ شان اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا فقہا نے کفر قرار دیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مُطَّلِعُوْنَ عَلَى الْغَيْبِ کہا جاسکتا ہے یعنی غیب پر اطلاع پانے والے۔

۳ : باطنی معلومات خواہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوں، ظاہری معالات کے سرانجام دینے کی بنیاد ان پر نہیں رکھی جاتی مگر بحکم خداوندی ورنہ تمام معاملات عادت اور دنیا کے اصولوں کے مطابق ہی انجام دیئے جاتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔

قَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَاكِمِ اِلَّا يَقْضِيْ قَضَاءً بِعِلْمِهٖ دُوْنَ عِلْمِ غَيْرِهٖ مَعَ اَنَّ عِلْمَهٗ اَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهٖ [2]

حاکم کو سزاوار نہیں کہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دے، جب تک کہ وہ معلومات کسی دوسرے سے حاصل نہ ہوں، خواہ علم قاضی کا دوسرے کی شہادت سے زیادہ ہی ہو۔

---

[1] : پ۴ ال عمران ع۱۹ آیت ۱۷۹ — [2] : بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۶۳

خاں صاحب گکھڑوی نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جن واقعات سے ان کے عدمِ علم پر دلیل پکڑی ہے وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:-

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ہ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ط قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ[1]

اور البتہ آچکے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام وہ بولے سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے تک ان سے متوحش ہوئے اور کھٹکا دل میں ان سے ڈر، وہ بولے مت ڈر ہم (فرشتے) ہیں بھیجے ہوئے ہیں قوم لوط کی طرف۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد خاں صاحب یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں۔

اگر ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں میرے سامنے اور میرے رُوبرو آسمان دُنیا سے نیچے اُترے ہیں پھر فلاں راستے سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو اُن کے لیے بچھڑا کیوں ذبح کیا۔ پھر بھُون تل کر سامنے کیوں لا رکھا جب معلوم ہے کہ فرشتے کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ پھر عمداً یہ مذاق ان سے کیوں کیا اور دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر

---

[1] پ ۱۲ ھود ع ۷ ایت ۶۹ ۔ ۷۰ ک : تسوید النواظر ص ۲۲

تھے تو ان کو پریشانی کیوں لاحق ہوئی حالانکہ اُس بُرے عقیدہ کے اعتبار سے وُہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی .... اس واقعہ سے جہاں ابراہیم علیہ السّلام کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اس کے ساتھ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جمیع ماکان و مایکون کا علم بھی نہ رکھتے تھے۔[1]

خان صاحب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی توہین کرنا تمہارے نزدیک عین ایمان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس واقعہ کو مسئلہ حاضر و ناظر اور علم غیب سے کیا تعلق ہے۔ کیا یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالےٰ سے خاص ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ابراہیم علیہ السّلام ایک اُمتی مومن صالح سے بھی کم ہیں۔ حالانکہ ایسے واقعات کی حقیقت پر تو ہر وہ انسان اطلاع پا سکتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے فراستِ ایمانی عطا فرمائی ہو۔ جیسا کہ ہم اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (الحدیث) کے ماتحت شارح کا قول نقل کر آئے ہیں۔

مزید سُنیئے :-

علی القاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں :

قَالَ اَبُوْ سُلَیْمَانَ الدَّارَانِی اَلْفِرَاسَۃُ مُکَاشَفَۃُ النَّفْسِ وَمُعَایَنَۃُ الْغَیْبِ[2]

ابوسلیمان الدارانی نے فرمایا ہے کہ فراست مکاشفہ نفس اور معائنہ غیب کا نام ہے۔

---

[1] : تنویر النواظر صفحہ ۳۰ [2] : شرح فقہ اکبر صفحہ ۹

اگر دیانتداری کے ساتھ غور کیا جائے تو اس واقعہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اوّل امر میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں کی طرف پورا پورا التفات نہ فرمایا جیسا کہ مَا لَبِثَ کے لفظ سے ظاہر ہے اور مہمان نوازی جس کا آپ پر انتہائی غلبہ تھا اس کے تقاضوں کو پورا فرمایا، لیکن جب مہمانوں کے کھانا نہ کھانے پر آپ نے ان کی طرف توجہ تام فرمائی تب ان کی حقیقت آپ پر ظاہر ہوگئی۔ آپ جان گئے کہ یہ فرشتے ہیں اور ان کا آنا خطرہ سے خالی نہیں۔ ورنہ تو اللہ کے خلیل جو نمرود اور اس کی تمام رعایا سے نہ ڈرے وہ تین آدمیوں سے کیوں ڈرتے۔ کیا طائفہ وہابیہ نجدیہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی شان ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں سے بھی ڈرتے ہیں۔ اب سنیئے کہ مفسرین کرام نے واقعہ میں کیا کچھ فرمایا ہے۔

العارف انصاری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ جلالین فرماتے ہیں

اِنْ قُلْتَ کَیْفَ یَخَافُ اِبْرَاهِیْمُ مِنْهُمْ مَعَ کَوْنِهٖ خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ وَهُمْ مَحْصُوْرُوْنَ فِیْ بَیْتِهٖ اُجِیْبَ بِاَنَّ خَوْفَهٗ لَمَّا رَاٰی فِیْهِمْ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ هَیْبَتَهٗ خَوْفَهٗ مِنْ رَبِّهٖ لَا مِنْ ذَوَاتِهِمْ لَهٗ

اگر تو کہے کہ ابراہیم علیہ السلام باوجود اللہ کے خلیل ہونے کے ان سے کیوں ڈرے اور حالانکہ وہ (مہمان) ان کے گھر کے اندر تھے تو جواب یہ ہے کہ خوف ان کو تب ہوا جب انہوں نے مہمانوں میں جلال اللہ ہیبت الٰہی کو ملاحظہ فرمایا تو ڈر اپنے رب کا تھا نہ کہ ان کا

لہ: صاوی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۸۹

کیوں جی خان صاحب العارف باللہ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ایمان کے تقاضے کو پورا کرتا ہے یا آپ کی خرافات کو۔

شیخ الاسلام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ

جو عقائد میں اہلِ سنت وجماعت کے امام و پیشوا ہیں، فرماتے ہیں

وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ اَحَسَّ بِاَنَّهُمْ مَلٰٓئِكَةٌ وَنَكِرَهُمْ لِاَنَّهٗ تَخَوَّفَ اَنْ يَّكُوْنَ نُزُوْلُهُمْ لِاَمْرٍ اَنْكَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَوْ لِتَعْذِيْبِ قَوْمِهٖ [1]

ظاہر بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور انکار کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خوف کیا کہ ان کا نازل ہونا کسی ایسے امر کی وجہ سے ہے جو کہ اللہ کو پسند نہیں یا میری قوم کے عذاب دینے کو آتے ہیں۔

علامہ نسفی کی عبارت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کے نازل ہونے کی اصل وجہ معلوم نہ تھی اور یہ ہی علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مخفی رکھ کر فرشتوں کے ذریعے اطلاع دے دی۔ باقی سب کچھ آپ نے محسوس کر لیا تھا۔ اسی لیے فرشتوں نے آپ کی تسلی کے لیے عرض کی اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ کہ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ یہ جملہ ہی آپ کے مافی الضمیر کی اطلاع دیتا ہے۔ ورنہ وہ کہتے کہ ہم تو فرشتے ہیں۔ لہٰذا خان صاحب کی بات نہیں بنتی۔ اس کے بعد خان صاحب نے خواہ مخواہ ڈیڑھ ورق سیاہ کر مارا اور ابراہیم علیہ السلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر واقعہ ملک شام سے کر مکرمہ تک اپنے اہل وعیال کی ملاقات کے لیے آنے کا ذکر کر کے دلیل

---

[1] تفسیر مدارک ج ۲ ص ۱۵۰

پڑی ہے۔ سو یہ بھی خان صاحب کی جہالت ہے کہ وُہ اہلِ سُنّت کے عقائد سے ناواقف ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اہلسُنّت کی کونسی کتاب میں لکھا ہے اور جس ذاتِ اطہر علیہ الصلوٰۃُ والسلام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے اس کے بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم سیر حاصل بحث کریں گے باقی رہی مکاشفہ کی بات سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قوم کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ اس لیے اُن کے افعال اور اقوال اسی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر اپنے مکاشفہ اور باطنی معلومات پر سکون کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں تو اُن کی بعثت کا مقصد کیسے پُورا ہو۔ اِس سفر سے تو آپ نے میاں بیوی کے آپس کے مُعاملات، محبت اور وعدہ وفائی کا پورا پورا نمونہ مخلوق کے سامنے رکھا ہے۔ اِسی لیے قرآن مجید فرماتا ہے کہ تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی نمونہ ہے اور فرماتا ہے کہ بیشک اُن کے قصّوں میں عبرت ہے اہلِ بصیرت کے لیے لیکن طائفہ وہابیہ نجدیہ کو یہ دولت کہاں نصیب یہ تو بس مقبولانِ بارگاہِ خُداوندی پر اعتراض کرنے کی بصیرت رکھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ الْوَھَابِیَۃَ

حضرت لُوط علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا واقعہ تقریباً ابراہیم السلام کے واقع سے ملتا جلتا ہی ہے اور بعینہٖ وہی اعتراض جو ابراہیم علیہ السلام پر کئے گئے ہیں ۔ وہی حضرت لُوط علیہ السلام پر کئے گئے ہیں ۔ لیکن خان صاحب کی عیاری ملاحظہ ہو کہ واقعات مذکورہ فی القرآن سے صرف وہ ہی ٹکڑا نقل کرتے ہیں ۔ جس سے اللہ تعالےٰ کے نبی علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کر سکیں ۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہابیہ نجدیہ کا پُورے قرآن پر ایمان نہیں ورنہ تو قاعدہ یہ ہے کہ جو واقعہ متعدد مقامات پر مذکور ہو ۔ ان تمام مقامات کی مطابقت کے پیش نظر نتیجہ نکالنا چاہیئے ۔ لوط علیہ السلام کی لاعلمی پر مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے ۔

، لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِیْٓءَ بِھِمْ وَضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ [1]

دُوسرے :-

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ [2]

حضرت لُوط علیہ السّلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر ہے اوّل سورۃ ھود جو کہ خاں صاحب نے نقل کیا ہے ۔ مقام دوئم سورہ حجر میں ۔

لے ؛ پ ۱۲ ھود ع آیت ۷۷

ٹے ؛ پ ۱۲ ھود ع آیت ۸۱

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ [1]

پھر جب بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم تو ناواقف لوگ ہو۔ انہوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں تمہاری قوم کے لوگ شک کرتے ہیں۔

ہم خاں صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے "قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ" کہہ کر کس بات کی ترجمانی کی تھی جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ ہم تو عذاب لے کر آئے ہیں۔

مدارک شریف میں ہے۔

(فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ) اَیْ لَا اَعْرِفُکُمْ اَیْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ زِیُّ السَّفَرِ وَلَا اَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْحَضَرِ فَاَخَافُ اَنْ تَطْرُقُوْنِیْ بِشَرٍّ (قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ) اَیْ مَا جِئْنٰکَ بِمَا تُنْکِرُنَا لِاَجْلِهٖ بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا فِیْهِ سُرُوْرُکَ وَتَشَفِّیْکَ مِنْ اَعْدَائِکَ وَهُوَ الْعَذَابُ [2]

جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے آپ

۱؎ : پ ۱۴ الحجر ع ۴ آیت ۶۱-۶۳ ۔

۲؎ : مدارک جلد ۲ صـ ۲۱۳

نے کہا کہ تم نا دیدہ لوگ ہو۔ یعنی نہ تم مسافر ہو اور نہ ہی اہلِ قریہ ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے کسی مصیبت میں نہ ڈال دو۔ فرشتوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ چیز لے کر آئے ہیں جن میں تمہاری قوم شک کرتی ہے یعنی ہمارا آنا اس لیے نہیں جس کی وجہ سے آپ ہمارے آنے کو ناپسند فرما رہے ہیں بلکہ ہم تو ایک ایسے کام کے لیے آئے ہیں جس میں آپ کی اپنے دشمنوں کی طرف سے خوشی اور تشفی ہے۔ وہ عذاب ہے۔

اب خان صاحب ہمیں بتائیں کہ جب اول ملاقات میں ہی فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی تسلی اور تشفی کردی تھی تو بعد کے واقعہ سے لاعلمی پر دلیل پکڑنا یہ کہاں کی دیانت داری ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب گکھڑوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جو کہانی بیان کی ہے۔ اس کا اکثر حصہ من گھڑت ہے اور جو اعتراضات کئے ہیں وہ لایعنی۔ خان صاحب نے تو چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے بلا دلیل اعتراضات کئے ہیں لیکن ہم دلائل کے ساتھ ان کی جہالت اور کور باطنی کا ثبوت دیتے ہیں،

خان صاحب کا قول

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو جب ان کے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا مشورہ کیا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ قصہ معلوم ہونا چاہیے تھا؟

جواب

بیٹوں کی سازش کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے ہی سے پتہ تھا اِسی لیے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا تھا کہ اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وُہ تیرے خلاف کوئی خفیہ تدبیر کریں گے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا [1]

آپ نے فرمایا اے بیٹے اپنا خواب بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔

خاں صاحب کا قول

پھر جب بھائی کنوئیں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال آئے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نکال لاتے۔

جواب

خاں صاحب آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو اپنے اُوپر قیاس کرتے ہیں حالانکہ صبر و رضا کے معاملے میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ السّلام اعلیٰ ترین مقام پر ہوتے ہیں۔ اِسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے بیان کو جھٹلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو واقعہ اس طرح نہیں بلکہ یہ تو تمہارے نفسوں نے تمہیں سازش سوجھائی ہے۔ لیکن میں صبر جمیل ہی سے کام لوں گا۔

---

[1] پ ۱۲ یُوسف ع۱ آیت ۵

قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ [1]

ترجمہ وہی ہے جو ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ مزید تسلی چاہتے ہو تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کرلو۔ آپ کی شہادت کی خبریں کثرت کے ساتھ ہمارے آقائے نامدار حبیب خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دی گئی۔ لیکن آپ نے کوئی لب کشائی فرمائی اور نہ ہی اپنے نواسے رضی اللہ عنہ کو کربلا جانے سے منع فرمایا بعینہٖ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے صبر اختیار فرمایا۔

خان صاحب کا قول

پیغمبر کے مومن بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ہمارے باپ خُدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہرگز نہ کرتے۔

جواب

خان صاحب آپ کے اس استدلال سے تو یہ بات بھی واضح ہو گئی حضرت یعقوب علیہ السلام مومن بلکہ ولی یا انبیاء کے بیٹوں کا یہ بھی عقیدہ نہ تھا کہ خُدا حاضر و ناظر ہے ورنہ یہ سازش نہ کرتے۔ لہذا ان پیغمبر زادوں اور طائفہ وہابیہ نجدیہ کے نزدیک خُدا بھی حاضر و ناظر نہیں۔ ان کے اس عقیدہ پر بہت سے دلائل قائم کئے جا سکتے ہیں لیکن ہم ان کے گروگھنٹال رشید احمد گنگوہی کا صرف ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

---

[1] پ ۱۲ یوسف ع ۱۲ آیت ۱۸

ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مُرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کو حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے پھر حضرت نے فرمایا تو ادب کے ساتھ چیت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ اُن کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔[1]

کیونکہ خاں صاحب جی تمہارے طائفہ کے نزدیک خُدا حاضر و ناظر ہے یا نہیں ہرگز نہیں اور اگر رشید احمد کا عقیدہ ہوتا کہ خُدا حاضر و ناظر ہے تو ہرگز بھرے مجمع میں اپنے معشوق کو لٹا کر ساتھ نہ لیٹتے اور نہ جانے کہ بھی کیا رہے تھے۔ بعینہٖ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا معاملہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر حسد کا بھوت سوار تھا اور رشید پر .... بیشک جس کو اللہ تعالٰے سے شرم نہ آئے وہ کسی سے بھی شرم نہیں کرتا۔ آمدم بر سر مطلب۔

صاحب معالم التنزیل کا قول

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰی بُرْھَانَ رَبِّہٖ (قرآن)

کے ماتحت معالم التنزیل میں ہے۔

قَالَ قَتَادَۃُ وَاَکْثَرُ الْمُفَسِّرِیْنَ اَنَّہٗ رَاٰی صُوْرَۃَ یَعْقُوْبَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَہٗ یَا یُوْسُفُ تَعْمَلُ عَمَلَ السُّفَھَآءِ وَاَنْتَ مَکْتُوْبٌ

---

[1] ارواح ثلثہ مولفہ اشرف علی تھانوی صـ۲۳۹

فِي الْأَنْبِيَاءِ، وَقَالَ الْحَسَنُ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٌ وَعِكْرِمَةُ، وَالضَّحَّاكُ انْفَرَجَ لَهُ سَقْفُ الْبَيْتِ فَرَأَى يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَاضًّا عَلَى اِصْبَعِهِ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُثِّلَ لَهُ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِهٖ فَخَرَجَتِ الشَّهْوَةُ مِنْ اَنَامِلِهٖ[1]

قتادہ اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے حضرت یعقوب علیہ السّلام کی صورت دیکھی آپ فرما رہے تھے۔ اے یوسف تو بیوقوفوں کا سا عمل کرے گا؟ حالانکہ تیرا نام انبیاء کی فہرست میں تحریر ہے اور کہا الحسن، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، الضحاک نے کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السّلام کو دیکھا اپنی انگلی دانتوں میں پکڑے ہوئے تھے اور سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام صورتِ مثالی میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا ہاتھ ان کے سینے پر مارا بس شہوت انگلیوں کے ذریعے خارج ہو گئی۔

اس کے علاوہ اور بھی اقوال مذکور ہیں جو اس واقعہ کے منافی نہیں کیوں کہ علامہ عارف صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

بِالْجُمْلَةِ فَقَدْ كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْقَوَارِدَاتُ فِيْ هٰذَا الشَّانِ[2]

اس واقعہ سے یعقوب علیہ السلام کا علم بھی ثابت ہو جاتا ہے اور مسئلہ

---

[1] تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ بر حاشیہ خازن ص۲۲۴

[2] صاوی شریف جلد ۲ ص۲۰۳

حاضر و ناظر بھی۔ اب خان صاحب چاہے کتنے ہی الٹے سیدھے پیچ کھائیں لیکن کوئی بھی دانشمند اتنے جلیل القدر تابعین بالخصوص سیدالمفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں ٹیں ٹیں سُننے کے لیے تیار نہیں۔ باقی رہا ظاہری معاملہ سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حکمِ الٰہی کے پابند ہوتے ہیں اور خانصاحب کو کچھ بھی شعور ہو تو سوچیں کیا یعقوب علیہ السلام کا صبر کیا تھا گھر بیٹھے رہنا عدم علم کی دلیل ہے تو کیا یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے والد کا پتہ نہ تھا اور نہ ان کی محبت کا احساس نہ تھا وہی آپ اطلاع نہ بھیج دیتے مگر بات وہی ہے کہ طرفین ہی حکمِ الٰہی کے پابند تھے۔

پھر یعقوب علیہ السلام کا فرمانا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ[1]

ترجمہ: عنقریب اللہ تعالیٰ میرے سب بیٹے لے آئے گا۔

پھر فرمایا: يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ.

ترجمہ: اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی (بنیامین) کو تلاش کرو۔

پھر آپ کا فرمانا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ[2]

ترجمہ: میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بھائیوں نے جو کچھ یوسف علیہ السلام سے برتاؤ کیا تھا وُہ تو جانتے تھے اور کنوئیں سے نکل جانے کے بعد جو کچھ ہوا وہ جانتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کے حال سے آگاہ تھے۔ اور یہ آگاہی اللہ کی طرف سے تھی۔ ذریعہ خواہ کوئی بھی ہو۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ میں یہی ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ کسی سے پوشیدہ رکھے اس پر کسی صورت اطلاع نہیں پائی جا سکتی۔

---

[1] پ ۱۳ یوسف ع ۴ ایت ۸۳ - [2] پ ۱۳ یوسف ع ۴ ایت ۸۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واقعہ سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ بعض علم جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا وہ حضرت خضر علیہ السلام کو نہ تھا۔ جو علم خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا وہ ملاقات سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور ملاقات سے وہ بھی آپ پر ظاہر ہو گیا اور ملاقات صرف موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات جتلانے کے لیے تھی کہ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ ٥ اس واقعہ سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ امور غیبیہ جن کا علم ان کے لیے ضروری ہوتا ہے ان کا علم عطا فرماتا ہے اور کسی کے لیے غیر ضروری معلومات مہیا کرنا حکیم اور علیم کی شان نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ طائفہ وہابیہ نجدیہ ترازو لے کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم تولنے کے لیے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ گروہ اپنے پیر و مرشد ابلیس علیہ اللعنۃ کے حاضر و ناظر ہونے اور اس کے علم کی نفی کرنے کے لیے کبھی درپے نہیں ہوتے۔ بیشک اپنے بزرگوں کی تنقیصِ شان کس کو گوارا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے خان صاحب کا استدلال تو خان صاحب کی کمال جہالت پر روشن دلیل ہے۔ بھلا وہابی اور قرآن کا فہم دو متضاد چیزیں آپس میں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہُد ہُد نظر نہ آیا۔ فرمانے لگے! کیا وجہ ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا یا واقعی وہ غائب ہے اگر ہُد ہُد اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتا سکا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی حکم عدولی پر میں اسے ذبح ہی کر دوں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ہُد ہُد آیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سبا کو چلا گیا تھا وہاں سے کچھ ایسے خوش کن اور دل کش حالات اور معلومات فراہم کر کے لایا ہوں کہ آپ کو ان کی خبر تک نہیں۔ ہُد ہُد سے پوچھنے کہ اے گستاخ اور بے ادب و بیباک تو نے یہ کیا کہہ دیا کہ مجھے ملک سبا کا حال معلوم ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا کے پیغمبر تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے لاڈلے تاج و تخت کے مالک ہو اور حکومت کرنے والے اور جنات پر تسلط رکھنے والے ان کو یہ معلوم نہیں اے ہُد ہُد تو نے غضب ڈھایا حضرت سلیمان کی جلالت شان اور عظمت کا خیال نہ کیا ان کے علم کو تو نے گھٹایا ناپا اور تولا چل دے ہُد ہُد بھی وہابی ہو گیا۔[1]

خان صاحب نے قرآن مجید کی تفہیم میں جو عوام کو دھوکہ دیا ہے اس معاملہ میں تو خان صاحب کی خبر ہم خود لیں گے۔ لیکن اتنا تو خان صاحب ہی سے پوچھنا ہے

---

[1] تسوید النواظر صہ ۳۹

کو خان جی آپ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کلمہ پڑھتے ہیں یا لا الٰہ الا اللہ ہد ہد رسول اللہ جو کہ ہُد ہُد کو اپنا پیشوا تسلیم کئے ہوتے ہو۔ ہُد ہُد کے قول کی بنیاد تو کوتاہ فہمی پر تھی نہ کہ طنز پر ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے علوم میں طعن کرنا تو صریح منافقت ہے جسے آج کل عُرفِ عام میں وہابیت کہتے ہیں۔ کیا آپ ثابت کریں گے کہ کسی ایماندار نے بھی انبیاء علیہم السّلام کے قول، فعل، علم میں طعن کیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ[1]

منافقوں کا ثبوت ہم پیش کردیتے ہیں۔ مُقلد اور غیر مُقلد وہابیوں کے امام و پیشوا علامہ بغوی معالم التنزیل میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

قَالَ السُّدِّیُّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی آدَمَ وَاُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ بِهٖ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ مَعَهٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ بَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا نَبَّاْتُکُمْ بِهٖ[2]

[1] پ ۱ البقرۃ ع ۳ آیت ۲۴

[2] معالم التنزیل برحاشیہ خازن ج ۱ ص ۳۸۱

کہا سدی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت میرے سامنے اپنی اپنی صورۃ پر مٹی میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور جانا میں نے جو مجھ پر ایمان لائے گا اور جو میرا انکار کرے گا۔ پس یہ خبر جب منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے استہزأ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وُہ جانتا ہے جو اس پر ایمان لائے گا جو اس کا انکار کرے گا۔ ان میں سے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے حالانکہ وُہ ہم کو نہیں پہچانتا جب یہ بات منافقوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ کیا حال ہے ان قوموں کا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہیں پُوچھو گے تم کوئی چیز اب سے قیامت تک ہونے والی مگر میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔

اس حدیث شریف سے یہ دو باتیں ثابت ہو گئیں اول یہ کہ خان صاحب اور ان کا طائفہ کونسی نوعِ انسانی میں سے ہیں دُوسرے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی۔ اب آیئے اصل مسئلہ کی طرف۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ [1]

اور حاضری لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہُدہُد کو یا ہے

---

[1] پ ۱۹ النمل ع ۲ آیت ۲۰ - ۲۲

وہ غائب اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس
سند صریح پھر بہت دیر نہ کی کہ ہُدہُد نے آکر کہا کہ میں لے آیا خبر ایک چیز کی
کہ تجھ کو اس کی خبر تک نہ تھی اور آیا ہوں میں تیرے پاس ملک سبا سے ایک
تحقیقی خبر لے کر ۔؎

خان صاحب (ما) اور (ام) کی حقیقت سے ہی ناواقف ہیں ورنہ دھوکہ نہ کھاتے اور اگر واقف ہیں تو دانستہ طور پر عوام کو دھوکہ دیا ہے مَالِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ میں ما استفہامیہ ہے اور استفہام کی قسموں میں ہی سے ایک قسم استفہام اختیاری بھی ہے اور اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ میں ام شک کے مترادف نہیں بلکہ بل کے مفہوم میں ہے۔ اور ام منقطعہ ہے یعنی اپنے ماقبل اور مابعد میں تعلق کو منقطع کرتا ہے تو معنی مَالِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ کا یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ ہُدہُد کو میرے نہ دیکھنے کی کوئی دوسری وجہ ہے اور خود ہی فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ غائب ہی ہے اس کی مثالیں قرآنِ مجید میں اکثر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ اس آیت مبارک میں بھی ہمزہ (ء) استفہام اختیاری کا ہے اور ام بل کے معنوں میں ہے اور اضراب انتقالی ہے معنیٰ آیت کا یہ ہے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو نہیں بلکہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ اگر خان صاحب کے فہم کے مطابق ام کو ادشکیہ کے معنوں میں مراد لیا جائے تو معنیٰ آیت کا یہ ہوگا کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالےٰ یعنی شک ہے اس بات میں کہ مخالف زیادہ جانتے ہیں یا اللہ تعالےٰ۔ اور شک

؎ : تسویۃ النواظر ص ۳۹ ۔

بھی کس کو اللہ تعالیٰ کو اور یہ مراد بالکل باطل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُدہُد کے غائب ہونے میں شک نہیں بلکہ یقینی علم تھا دُوسری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک ہُدہُد کا جرم ہی متحقق نہ تھا تو سزا سنانا کیسا؟ تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر ہُدہُد کا غائب ہونا متحقق نہ تھا تو آپ نے یہ کیسے فرمادیا۔ اَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ یا بیان کرے میرے سامنے اپنے غائب ہونے کی معقول وجہ۔ جب ہُدہُد کے غائب ہونے میں ہی شک ہے تو یہ مطالبہ کیسا؟ لہٰذا خان صاحب کی ٹوں ٹوں کی کوئی حقیقت نہیں اور خان صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے[۱]

خان صاحب ذرا یہ فرمائیں کہ مشاہدہ فی الخارج کیا علم کے منافی ہے ہرگز نہیں ورنہ تو اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات کا کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ

عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کریگا اور تم کو زمین میں خلافت دیگا پھر دیکھے گا تم کیسے عمل کرتے ہو۔[۲]

۱؎ : تسویۃ النواظر ص۲۱۔ ۲؎ : پ۹ الاعراف ع۱۵ آیت ۱۲۹۔

کیا اللہ تعالیٰ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَمَا خَلْفَکُمْ کی شان نہیں رکھتا اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو واقعی علم نہ تھا تو سَنَنْظُرُ نہ فرماتے بلکہ سَنَعْلَمُ فرما دیتے۔ کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تمہاری طرح حق پوشی سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کو عالم کل نہیں مانتے بلکہ ہمارا ایمان اس بات پر ہے۔ کہ آپ کے منصب کے لائق اللہ تعالے نے آپ کو علم ضرور عطا فرمایا تھا۔ یہاں پر بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُدہُد کے صدق اور کذب کا علم نہ تھا تو خط کیوں لکھ دیا اور اس کے پہنچانے کی پوری تعلیم کیوں دی۔ چاہیئے تھا کہ پہلے ہُدہُد کے صدق اور کذب کی تحقیق کرتے پھر کارروائی جاری فرماتے باقی رہا ہُدہُد کا قول اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ سو یہ ظاہر کے اعتبار سے تھا کیونکہ ہُدہُد جانتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک سَبا تک سفر نہیں فرمایا اس لیے ملک سبا کی آپ کو اطلاع نہیں۔ ورنہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہُدہُد نے حقیقی طور پر آپ کے علم کی نفی کی تھی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہُدہُد کو مَا فِی الصُّدُوْرِ کی اطلاع کیسے ہوئی ؟ کیا غیر انبیاء پر بھی وحی نازل ہوتی ہے یا جانور بھی کشف کے ذریعہ مَا فِی الصُّدُوْرِ پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ وحی تو یقیناً غیر نبی پر نہیں آتی، اگر ہُدہُد کے لیے کشف ثابت کیا جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گا۔ اگر ہُدہُد کے قول کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کو اطلاع نہ تھی تو آپ کے خدام میں سے عفریت کیسے مطلع ہوا جو تخت لانے کو تیار ہو گیا تھا پھر آصف بن برخیا کو علم کیسے ہوا جو تخت لے بھی آئے حالانکہ انہوں نے کوئی تحقیق و تفتیش نہ کی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ

خان صاحب نے بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ایک مختصر سا واقعہ اپنے انداز سے تحریر کیا ہے کہ پڑھنے والے کا دل خواہ مخواہ خان صاحب کے نام نہاد عدل و انصاف کی داد دینے لگتا ہے اور تقریباً ڈیڑھ صفحہ سیاہ کر مارا اور یہ تمام کوشش اس لیے کی کہ داؤد علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرے اصل واقعہ صرف یہ ہے۔

وَكَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى۔[1]

دو عورتوں کے ساتھ اُن دونوں کے دو لڑکے تھے ان میں سے ایک کا بیٹا بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ دونوں ایک دُوسرے کو کہتی تھیں کہ تیرا لڑکا بھیڑیا لے گیا ہے۔ پھر اُنہوں نے داؤد علیہ السلام سے فیصلہ چاہا۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پھر وُہ حضرت سلیمان علیہ السلام

[1] بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۸۹۔

کے پاس گئیں انہیں کہانی سنائی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ چھری
لاؤ میں اس لڑکے کے دو حصے کر کے دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔
پس چھوٹی نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں لڑکا اسی کا ہے لیکن بڑی کچھ نہ بولی
آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں دے دیا۔[1]

خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کی بات کو سچا سمجھ لیا۔ حالانکہ عربی عبارت میں کوئی جگہ ایسا نہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہو۔ کیا خان صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ ان کو داؤد علیہ السلام کے مَافِی الضَّمِیر کی کس طرح اطلاع ہو گئی یا دانستہ طور پر لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن کے انعام کا شوق ہُوا، پھر خان صاحب یہ جواب دیں کہ کیا قاضی یا مفتی کے لیے ضروری ہے کہ مدعی اور سائل کو پہلے سچا یقین کرے پھر یہ فیصلہ یا فتویٰ دے کیا شریعت میں اس قانون کو ثابت کر سکتے ہیں مگر اصول تو یہ ہے کہ اگر مدعی ثبوت دعویٰ بہم پہنچا دے تو فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا اور اگر منکر ثبوت انکار بہم پہنچائے فیصلہ اُس کے حق میں ہوگا۔ اور قاضی کو ذاتی معلومات کی بنا پر فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جس نے ثبوت استحقاق بہم پہنچا دیا۔ آپ نے اُسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور خان صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھوٹی کی حالت اضطرابی دیکھ کر جان لیا کہ فیصلہ حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ وہ خود آپ کے پاس مقدمہ لے گئیں تھیں۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ فیصلہ حقیقت کے خلاف ہے تو انہوں نے بغیر حکمت عملی کے کیوں نہ چھوٹی کا لڑکا دلوا دیا۔

[1] :۔ تسویۃ النواظر ص ۲۲

ورنہ بھی کیسے سکتے تھے۔ وہ خان صاحب کی طرح جاہل تو نہ تھے۔ آپ قانون قضا، کے واقف تھے کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک حقیقت کا خود اقرار نہ کرے فیصلہ ناممکن ہے۔ اسی لیے آپ نے چھری لانے کا حکم دے کر بڑی کی زبان حال سے اور چھوٹی کی زبان قال سے حقیقت کا اقرار کروالیا اور پھر فیصلہ حقیقت کے مطابق دے دیا۔ خان صاحب اگر اپنی نظروں سے حسد اور بغض کی پٹی اتار کر دیکھیں تو ان پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کرنے کا حق تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لیے نہیں رکھا۔ باوجود اپنے بندوں کے اقوال اور اعمال سے واقف ہونے کے پھر نامۂ اعمال کی فہرست تیار کرنے کے لیے فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں تاکہ حقیقت کا خارج میں ثابت ہو جانے کے بعد فیصلہ فرمایا جائے۔ لہٰذا اس واقعہ سے داؤد علیہ السلام کی شان علمیت پر کوئی دھبہ نہیں پڑتا۔

خان صاحب لکھتے ہیں۔

اعتراض فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت مجدد وقت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی مشہور کتاب ملفوظات حصہ دوئم ص۲۹ پر رقمطراز ہیں" انہی سیدی سجلماسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی، کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا سو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"[1]

---

[1] : تسوید النواظر ص۴۳۔

اس واقعہ پر خان صاحب حاشیہ آرائی فرماتے ہیں: "حضرات ہمیں تو یہ حوالہ نقل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں۔ دیکھا کہ ان بریلویوں کے علمِ غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کہ مُرید کی ہم بستری کے وقت بھی ان کے پیر و مرشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ بچشم خود دیکھتے ہیں۔"[له]

جواب اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بعینہٖ نہیں نقل فرمایا بلکہ روایت بالمعنی کی ہے، لیکن خان صاحب گکھڑوی کو کیا علم کہ اس واقعہ کے اصل راوی کون ہیں، اور یہ کس کا واقعہ ہے، خان صاحب گکھڑوی کی عبارت سے قبل ہم یہ واقعہ بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

یہ واقعہ جن کو پیش آیا تھا ان کی تصنیف کتاب الابریز کے اختتام پر یوں مذکور ہے، نجم العرفان، امام البیان، سید عصر، قطب وقتہ سیدی احمد بن المبارک السلجماسی اور ان کے شیخ غوث الاولیاء العارفین سیدنا عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور یہ واقعہ ان دونوں عظیم الشان ہستیوں سے متعلق ہے، سیدی احمد سلجماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنِّیْ جَمَعْتُ بَیْنَ زَوْجَتِیْ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ بَیْتٍ وَاحِدٍ بَعْدَ مَنْعِ اِحْدَاھُمَا مِنْ بَیْتِھَا بِمَسْکَنِھَا فَبَاتَتْ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا عَلٰی فِرَاشٍ وَّحْدَھَا وَبِتُّ اَنَا عَلٰی فِرَاشٍ وَّحْدِیْ وَبَقِیَ فِرَاشٌ رَابِعٌ فِی الْبَیْتِ لَمْ یَبِتْ عَلَیْہِ اَحَدٌ ثُمَّ دَعَتْنِیْ نَفْسِیْ اِلٰی وَطْءِ اِحْدَی الزَّوْجَتَیْنِ فَوَطِئْتُھَا ظَنًّا مِّنِّیْ اَنَّ الْاُخْرٰی نَائِمَۃٌ ثُمَّ لَمَّا نِمْتُ شَیْئًا قَلِیْلًا قُمْتُ وَ وَطِئْتُ الْاُخْرٰی

له: تنویر النواظر ص ۳۳۔

اس واقعہ پر خان صاحب حاشیہ آرائی فرماتے ہیں: "حضرات ہمیں تو یہ حوالہ نقل کرتے بھی شرم آتی ہے۔ مگر کیا کیا جائے ہم بھی مجبور ہیں۔ دیکھا کہ ان بریلویوں کے علم غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کیا مُرید کی ہم بستری کے وقت بھی ان کے پیرو مرشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ بچشم خود دیکھتے ہیں:" [1]

جواب اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ بعینہٖ نہیں نقل فرمایا بلکہ روایت بالمعنی کی ہے، لیکن خان صاحب گکھڑوی کو کیا علم کہ اس واقعہ کے اصل راوی کون ہیں، اور یہ کس کا واقعہ ہے، خان صاحب گکھڑوی کی عبارت سے قبل ہم یہ واقعہ بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

یہ واقعہ جن کو پیش آیا تھا ان کی تعریف کتاب الابریز کے اختتام پر یوں مذکور ہے۔ نجم العرفان، امام البیان، سید عصرہ قطب وقتہ سیدی احمد بن المبارک السلجماسی اور اُن کے شیخ غوث الاولیاء العارفین سیدنا عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور یہ واقعہ ان دونوں عظیم الشان ہستیوں سے متعلق ہے سیدی احمد سلجماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

إِنِّیْ جَمَعْتُ بَیْنَ زَوْجَتِیْ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ بَیْتٍ وَّاحِدٍ بَعْدَ مَنْعِ إِحْدٰھُمَا مِنْ بَیْتِھَا بِمَسْکَنِھَا فَبَاتَتْ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا عَلٰی فِرَاشٍ وَحْدَھَا وَبِتُّ أَنَا عَلٰی فِرَاشٍ وَحْدِیْ وَبَقِیَ فِرَاشٌ رَابِعٌ فِی الْبَیْتِ لَمْ یَبِتْ عَلَیْہِ أَحَدٌ ثُمَّ دَعَتْنِیْ نَفْسِیْ إِلٰی وَطْءِ إِحْدَی الزَّوْجَتَیْنِ فَوَطِئْتُھَا ظَنًّا مِّنِّیْ أَنَّ الْأُخْرٰی نَائِمَۃٌ ثُمَّ لَمَّا نِمْتُ شَیْئًا قَلِیْلًا قُمْتُ وَوَطِئْتُ الْأُخْرٰی

---

[1] تنویر النواظر ص۔

کہ حالتِ ہمبستری کے وقت بچشم خود اس فعل کو دیکھ رہے رہتے، حضرت تو خود فرما رہے ہیں کہ جو تے بستر پر کون سو رہا تھا کیا جو شخص آنکھیں کھول کر دیکھ رہا ہو اسے نائم کہا جاتا ہے۔ بلکہ نائم کا اطلاق تو اسی شخص پر ہوتا ہے جو آنکھیں بند کرکے لیٹا ہوا ہو اگرچہ جاگ ہی رہا ہو۔ جو لوگ بالکل تنگ اور مختصر مکانوں میں زندگی گذارتے ہیں کیا وہ اس موقعہ پر گھر کے دیگر افراد جو آس پاس لیٹے ہوئے ہوتے ہیں ان کو باہر نکال دیتے ہیں۔ باقی رہا شیخ کامل کا مرید کے ساتھ رہنا سو یہ تابع اور متبوع میں ظاہرًا اور باطنًا کمال اتحاد پر مبنی ہے اور یہ بات بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلوی نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ یہ سیدی احمد سجلماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ لِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرَّۃً آخرہی اِنّی لَا اُفَارِقُکَ لَیْلًا وَّنَھَارًا۔

ترجمہ: کہ میں تجھ سے دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا اور پھر فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لَہٗ مَرَّۃً یَاسَیِّدِیْ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ ذَاتِیْ وَذَاتَکَ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ ھٰذَا رُؤْیَا حَقٌّ وَاَشَارَ اَنَّہٗ لَا یُفَارِقُنِیْ لَیْلًا وَّنَھَارًا۔

ترجمہ: یعنی ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے خواب میں خود کو اور آپ کی ذات کو ایک کپڑے میں دیکھا ہے فرمایا یہ خواب سچا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت دن اور رات میں کسی وقت مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتے۔[1]

اب خان صاحب فرمائیں کہ اس واقعہ میں قباحت اور بے حیائی کی کونسی بات ہے جس کی وجہ سے آپ شرم کی نالی میں ڈوب مرے۔ کیا رشید احمد کا بھیرے

---

[1] کتاب الابریز ص۱۹۔

مجمع میں اپنے معشوق کے ساتھ لیٹنے سے[1] اور خواب میں اسی معشوق کے ساتھ اغلام بازی کرنے سے[2]. بھرے مجمع میں عورت کی شرمگاہ کی ہیت کذائیہ بیان کرنے سے[3] یہ واقعہ زیادہ شرمناک ہے۔ اور خان صاحب نے جو فرشتوں کا حوالہ دیا ہے کہ فرشتے ایسی حالت میں انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ علیحدہ ہو کر اسی جگہ کمرے میں ہی رہتے ہیں یا باہر نکل جاتے ہیں کیا ایسے موقع پر جب مرد و عورت کوئی بات کریں تو لکھنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے. کیا ان کی ہر نقل و حرکت تحریر میں نہیں لاتے. السراج المنیر کا حوالہ تو نقل کر دیا لیکن اسی حدیث پر شیخ الاسلام محمد بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کیوں نظر سے اوجھل رہے. اور وہ یہ ہے۔

اَیْ یُفَارِقُوْنَہٗ حِیْنَئِذٍ مَعَ الْقُرْبِ مِنْہُ یُلَاحِظُوْا مَا یَقَعُ مِنْہُ یَکْتُبُوْہٗ[4]

ترجمہ:۔ فرشتے انسان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں. لیکن قریب ہی رہتے ہیں تاکہ جو کچھ اس سے سرزد ہو اس کا ملاحظہ کرتے رہیں تاکہ اس کو لکھیں۔

اگر فرشتوں کا ایسے وقت میں موجود رہنا اور ملاحظہ کرنا بے حیائی نہیں تو ولی کامل کی معیت روحانی کیونکر بے حیائی ہوگئی. فرشتوں کے معاملے میں بھی شیطان کی شرارت کو دخل نہیں اور ولی کامل کے معاملات میں بھی دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ۔[5]

۱:۔ ارواح ثلاثہ ص ۲۳۹ ۔ ۲:۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۹۹ ۔

۳:۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۱۱۰ ۔ ۴:۔ حاشیہ سراج المنیر ص ۱۲ ۔

۵:۔ پ۱۴ الحجر آیت ۴۲ ۔

ترجمہ:۔ اے شیطان بیشک میرے خاص بندوں پر تیری قدرت نہیں ہے۔

اور سنیئے علامہ بغوی اپنی تفسیر معالم التنزیل میں کَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرٰہِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

رُوِیَ عَنْ سُلَیْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَرَفَعَہٗ بَعْضُھُمْ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمَّا اَرٰی اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصَرَ رَجُلًا عَلٰی فَاحِشَۃٍ فَدَعَا عَلَیْہِ فَھَلَکَ ثُمَّ اَبْصَرَ آخَرَ فَدَعَا عَلَیْہِ فَھَلَکَ ثُمَّ اَبْصَرَ الخ [1]

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کو دیکھا تو آپ نے ایک آدمی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے اس کے حق میں بددعا کی وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر دوسرا دیکھا اس پر بددعا کی وہ بھی ہلاک ہوگیا پھر اسی طرح تیسرا دیکھا۔

کیوں جی خان صاحب اللہ تعالیٰ اور ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ شرم آپ کے حصے میں کہاں سے آگئی " اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ " کہنے والے سے کوئی خاص رشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسی کرم نوازیاں اسی کی شان ہے۔

اس کے بعد خان صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں۔

[1] :۔ معالم التنزیل برحاشیہ خازن ص ۱۲۳ ۔

اعتراض:- ایک اور شوریدہ سر اٹھتا ہے اور وہ ولی اور نبی کے کمال کی یہ شرط لکھتا ہے کہ:-

لَا تَسْتَقِرُّ نُطْفَةٌ فِیْ فَرْجِ اُنْثٰی اِلَّا یَنْظُرُ ذَالِکَ الرَّجُلُ اِلَیْھَا۔

ترجمہ:- کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ نہیں قرار پکڑتا مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے۔[1]

جواب:- خان صاحب کی یہ بات سمجھنی کوئی دشوار نہیں کہ شوریدہ سر کا تمغہ عبارت کے ناقل کو دیا گیا ہے یا اصل قائل کو۔ بہرحال ایسی باتیں کرنا یا لکھنا خان صاحب کے نزدیک شوریدہ سروں کا ہی کام ہے۔ طائفہ وہابیہ نجدیہ تو اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں گستاخیوں سے باز نہیں آئے بلکہ عین ایمان جانا۔ تو اولیاء کرام کی گستاخی تو ان کے نزدیک کوئی مقام ہی نہیں رکھتی۔ عالِم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ اِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ جب حیا نہ رہے جو جی چاہے کہو اور کرو۔ تسوید النواظر میں خان صاحب کے فقدانِ حیا پر کافی ثبوت ہیں کہ ہر جگہ اولیاء کرام کے ارشادات عالیہ کو منتر جنتر اور مفسرین کرام کے اقوال کو خیالات مردودہ قرار دیتے ہیں اور احادیث کو خواہ مخواہ باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود ہماری راہنمائی ان بزرگوں کی طرف فرمائی ہے قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

---

[1] :- تسوید النواظر ص ۴۲۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ [1]

ترجمہ:۔ اگر کوئی بات تم نہ جان سکو تو اہلِ ذکر کی طرف رجوع لاؤ۔

سو اگر مفسرین کرام، محدثین عظام، علمائے مجتہدین اور صوفیاء کرام اہلِ ذکر نہیں تو اور کون ہے تو قرآن و حدیث اور دیگر معاملات کے سمجھنے میں ان کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے اور انہیں کا ساتھ دینا چاہیے نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ "سچوں کا ساتھ دو۔"

القطب العارف سیدنا عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

فَالْاَدَبُ التَّسْلِیْمُ لِلْاَوْلِیَاءِ فَاِنَّهُمْ صَادِقُوْنَ [2]

ترجمہ:۔ پس ادب یہی ہے کہ اولیاء اللہ کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے کیونکہ یہ ہی لوگ سچے ہیں۔

بلکہ ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے میں عظیم خطرہ ہے۔

خاتمۃ الفقہاء والمحدثین الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی فرماتے ہیں۔

جَاءَ عَنِ الْمَشَائِخِ الْعَارِفِيْنَ وَالْاَئِمَّةِ الْوَارِثِيْنَ اَنَّهُمْ قَالُوْا اَقَلُّ عُقُوْبَةِ الْمُنْكِرِ عَلَى الصَّالِحِيْنَ اَنْ يُحْرَمَ بَرَكَتَهُمْ قَالُوْا وَيُخْشٰى عَلَيْهِ سُوْءُ الْخَاتِمَةِ وَكَفٰى فِىْ عُقُوْبَةِ الْمُنْكِرِ عَلَى الْاَوْلِيَاءِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مَنْ اٰذٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ اَىْ اَعْلَمْتُهٗ اَنِّىْ مُحَارِبٌ لَهٗ وَمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ لَا يُفْلِحُ وَقَدْ

[1]:۔ پ ۱۴ النحل ع ۶ آیت ۴۳۔ [2]:۔ الجواہر والدرر برحاشیہ کتاب الابریز ص ۱۵۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ لَمْ يُحَارِبِ اللّٰهُ عَاصِيًا إِلَّا الْمُنْكِرَ عَلَى الْأَوْلِيَاءِ
وَآكِلَ الرِّبَا وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُخْشٰى عَلَيْهِ خَشْيَةً قَرِيْبَةً جِدًّا
مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَةِ إِذْ لَا يُحَارِبُ اللّٰهُ إِلَّا كَافِرًا۔[1]

ترجمہ :۔ مشائخ عارفین اور ائمہ وارثین نے فرمایا ہے کہ صالحین کی باتوں کا انکار کرنے والے کے حق میں سب سے کم عقوبت ان کی برکت سے محروم ہونا ہے اور اس کے سوءِ خاتمہ کا ڈر ہے اور اس منکر کی عقوبت کے باب میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول کافی ہے کہ جس نے میرے دوست کو ایذا دی میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ اعلانِ جنگ کرے وہ کبھی بھی فلاح نہیں پاتا۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نہیں جنگ کرتا مگر اولیاء پر انکار کرنے والے اور سود خور سے اور ان دونوں پر ازحد خطرہ ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالے نہیں جنگ کرتا مگر کافر سے۔

اللہ تعالے تمام اہلِ اسلام کو اس عقوبت سے بچائے آمین ثم آمین۔ لہٰذا خان صاحب کو اولیاء کرام کی باتوں کو منتشر جتنتر اور مفسرین الکرام کے اقوال کو مردودہ قرار دیتے وقت اللہ تعالے سے ڈرنا چاہیئے اور کاملین کے ساتھ اللہ تعالے کا ایک مخصوص معاملہ ہوتا ہے۔

القطب الشعرانی فرماتے ہیں۔ کہ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ کے باب نمبر ۳۰۸ میں لکھا ہے۔

[1] :۔ فتاویٰ حدیثیہ صـ ۲۸۴ ، صـ ۲۸۵ ۔

قَدْ كَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيْلِيُّ يَقُوْلُ أُوْتِيَ الْأَنْبِيَاءُ إِسْمَ النُّبُوَّةِ وَأُوْتِيْنَا اللَّقَبَ أَيْ حُجِرَ عَلَيْنَا إِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ الْحَقَّ تَعَالٰى يُخْبِرُنَا فِيْ سَرَائِرِنَا بِمَعَانِيْ كَلَامِهٖ وَكَلَامِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُسَمّٰى صَاحِبُ هٰذَا الْمَقَامِ أَنْبِيَاءُ الْأَوْلِيَاءِ فَغَايَةُ نُبُوَّتِهِمُ التَّعْرِيْفُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ حَتّٰى لَا يُخْطُوْا فِيْهَا [1]

ترجمہ :۔ شیخ عبدالقادر جیلی کر فرمایا کرتے تھے انبیاء کو اسم نبوۃ دیا گیا ہے اور ہم کو لقب یعنی روکا گیا ہے ہم پر اسم نبی کا اطلاق باوجود اس کے کہ اللہ تعالٰے خبر دیتا ہے، ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے معنوں کی اور اس مقام کے انسان کو انبیاء اولیاء کہا جاتا ہے، پس انتہا ان کی نبوۃ کی جاننا ہے۔ احکام شریعت کا یہاں تک کہ یہ لوگ نہیں خطا کرتے شریعت کے معاملات میں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کاملین کے اقوال قرآن مجید اور احادیث پاک کے ہرگز خلاف نہیں ہوتے اب خان صاحب کے اصل اعتراض کی حقیقت سنئیے۔ خان صاحب نے جس کلام کی بنا پر ناقل کو شوریدہ سر کہا۔ اس کے مثل کلمات طیبہ اجلہ اکابرِ اُمت کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔ جیساکہ سیدی نور الدین ابوالحسن علی شطنوفی اپنی کتاب بہجۃ الاسرار میں اور عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی اپنی کتاب خلاصۃ المفاخر میں اور امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف....

---

[1] :۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ ۳۹ ۔

ترجمہ: الیٰ ظاہر ہیں اور عارف کبیر احد الاقطاب الاربعۃ سیدنا احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اَطْلَعَہٗ عَلٰی غَیْبِہٖ حَتّٰی لَا تَنْبُتُ شَجَرَۃٌ وَلَا تَخْضَرُّ وَرَقَۃٌ اِلَّا بِنَظْرِہٖ کہ مردِ کامل کو اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا اور کوئی پتہ نہیں ہریاتا مگر اس کی نظر کے سامنے ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

فَاضَ عَلَیَّ مِنْ جَنَابِہٖ الْقُدُسِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفِیَّۃٌ تَرَقَّی الْعَبْدُ مِنْ حَیِّزِہٖ اِلٰی الْقُدُسِ فَتَتَجَلّٰی لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ۔

ترجمہ: بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کیفیت القا کی گئی جس سے بندہ اپنے مقام سے بارگاہِ قدس تک ترقی کرتا ہے اور اس کے لیے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے۔[1]

اب ہم خان صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب تو آپ کے گھر ہی کے منتری ہیں ان کے ضرب سے کھوپڑی بچانے کی کوئی صورت ہے اور سیدنا ذکریا علیہ السلام کے واقعہ سے جو استدلال کیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اکتسابی معلومات پر وہبی معلومات کو ہمیشہ ترجیح دیتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا دلیل طلب کرنا اولیاء کرام کے مشاہدہ کا منافی نہیں۔ اس کے بعد خان صاحب نے مرد کی ران کے عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کی ممانعت پر بیکار زور لگایا ہے بھلا ران کے عورت ہونے اور اس کی طرف نظر کرنے کی ممانعت میں کسی کو اختلاف ہے۔ لیکن اس سے کاملین کے مشاہدہ کا انتفاء کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارا دعویٰ اور قسم

---

[1] فیوض الحرمین ص۹۱۔

کا ہے اور اُن کا دیکھنا کچھ اور ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ارشاد فرماتے ہیں۔

"جب نظرِ بصیرت حاصل ہوجاتی ہے۔ بصارت پر غالب نظر آتی ہے پس عارف حقیقت میں نظرِ بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اس کی غلطی ہے دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرے روشنی بدستور رہے دُوسرے یہ کہ دیدِ آنکھوں کی عارضی محتاج نُورِ آفتاب کی ہے۔ بخلاف اس دید کے کہ محتاج نُورِ بصیرت ہے بدوں پرتو اس نور کے غیر ممکن اور محال ہے۔"[1] پھر فرماتے ہیں۔

"لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراکِ غیبیات ان کو ہوتا ہے، اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کی دلیل اپنے دعوٰی کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے، کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔"[2]

حضرت حاجی صاحب کے قولِ اوّل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بصیرت کو احکامِ بصارت کی زد میں لانا جہالت ہے اور دُوسرے قول نے ہمارے ان جوابات کی تائید کر دی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دیئے ہیں، اگر قارئین حضرات حاجی صاحب کے ان دو قولوں کو ذہن نشین کریں گے تو

---

[1] :۔ شمائم امدادیہ صفحہ ۴۷۔ [2] :۔ شمائم امدادیہ صفحہ ۹۱۔

انشاء اللہ تعالیٰ ازحد مفید ثابت ہوں گے۔ چونکہ خان صاحب گکھڑوی کی کتاب تسوید النواظر کا پہلا باب ان ہی نامعقول اعتراضات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ہم بھی حسب ضرورت اور مسکت جوابات عرض کر کے اس باب کو تمام کرتے ہیں۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمِنْ بَرَكَاتِ الْاَوْلِيَاءِ الْكَامِلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

دُوسرا باب

خان صاحب رقمطراز ہیں۔

اعتراض:۔ "جناب امام الانبیاء سید ولد آدم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق سے آپ کا رتبہ بلند اور اونچا ہے اور بے شمار معجزات اللہ تعالٰے نے آپ کے دستِ مبارک پر ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم و معارف وحقائق واسرار اللہ تعالٰے نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو ... مگر بااین ہمہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ جمیع مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا علم ہی آپ کو عطا کیا گیا تھا اور بے شمار ایسی جگہیں ہیں جہاں آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور متعدد ایسے علوم و فنون ہیں خصوصاً اس علمی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان جاننا اور سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم اور فنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف خالص گستاخی اور بے ادبی ہے" [1]

جواب:۔ ہم خان صاحب سے یہ پوچھتے ہیں۔

اللہ تعالٰے کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہو یا نہیں اگر نہیں مانتے تو یہ

---

[1] :۔ بلفظہٖ تسکین الخواطر صـ۴۹۔

صریح کفر ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔

اور اگر اللہ تعالےٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو اُن بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اللہ تعالےٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں ؟

اور کیا اللہ تعالےٰ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالےٰ کے علمی خزانہ میں نہیں ہے ؟ تو یہ فلمی معلومات اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرنا توہینِ خداوندی ہے یا نہیں ؟

کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان برائی کماتے ہیں فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں ؟

کیا سینماؤں. شراب خانوں، ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالےٰ اور رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں ؟ اور

کیا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے ؟ شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بُرا جانتے ہوئے اُن سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے علم کی تحصیل بُری نہیں ہے جبکہ نیت خیر کی ہو. مثلاً جادو سیکھنا. شراب خوروں کی حالت پر آگاہی. اور فلمی بے حیائی کی معلومات کوئی منع نہیں جبکہ مخلوقِ خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے ہو. لہٰذا ہم خان صاحب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ ہمارے ان سوالوں کا جو جواب اللہ تعالےٰ کے بارے میں آپ کے ذہن شریف میں آئے وہی جواب رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بارے میں کافی اور وافی ہوگا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اُوتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ تو خان صاحب کے پاس کونی دلیل ہے جس سے علم الاخرین میں سے کوئی علم مستثنیٰ کیا جاسکے۔

قطبِ شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَدْ اَخْبَرَنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنَّہٗ اُوْتِیَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَنَحْنُ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ بِلَاشَکٍّ وَقَدْ عَمَّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحُکْمَ فِی الْعِلْمِ الَّذِیْ اُوْتِیَہٗ فَشَمَلَ کُلَّ عِلْمٍ مَنْقُوْلٍ وَمَعْقُوْلٍ وَمَفْهُوْمٍ وَمَوْهُوْبٍ۔[1]

ترجمہ:۔ تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ دیئے گئے ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیئے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے۔ پس شامل یہ حکم علم منقول اور معقول کو اور فہمی و وہبی کو۔

باقی رہا خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ عطا کیا گیا ہے، سو یہ بے بنیاد ہے اور جن واقعات سے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا ہے اُن کا کافی اور وافی جواب دیا جائے گا۔ اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ بلکہ اس سے بھی زیادہ

[1] :۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۲۹۔

علم عطا کیا گیا لیکن بتدریج حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے ہوئی ہے جوں جوں قرآن مجید نازل ہوتا گیا، آپ کے علم میں اضافہ ہوتا گیا، جب قرآن کا نزول تمام ہوا آپ کے علوم بھی تمام ہو گئے، اور حاضر و ناظر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی زمانہ اور کوئی مکان ایسا نہیں جو آپ سے خالی ہو اور اس عقیدہ پر علامہ شیخ علی نورالدین حلبی صاحب سیرۃ حلبیہ متوفی ۱۰۴۴ھ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام

تَعْرِيْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ مَكَانٌ وَّلَا زَمَانٌ

علامہ موصوف نے دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی مکان اور کوئی زمانہ خالی نہیں ہے اور اس رسالہ کو بعینہٖ علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اپنی کتاب جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ پر نقل فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے حسب ضرورت اقتباسات بھی قارئین کی پیش نظر کیے جائیں گے۔ موجودہ دور میں جن حضرات اہل سنت وجماعت نے مسئلہ حاضر و ناظر کو چھیڑا ہے، از روئے دلائل سیر حاصل بحث فرمائی ہے لیکن ان حضرات نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اس مسئلہ کی حقیقت کو عام فہم طریقہ سے عوام کو سمجھایا جائے تاکہ عوام منکرین کے دام مکر و فریب سے محفوظ رہیں، دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

صورت اول: یہ کہ تمام انبیاء آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مقام مقدس سے سب کو ملاحظہ فرماتے ہیں یہ صورت عام ہے جو کہ قبل از ظہور اور بعد از ظہور دونوں زمانوں کو شامل ہے۔

صُورتِ دوم : یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوں۔ یہ صُورت خاص ہے اور موقوف ہے اللہ تعالےٰ کے پیارے رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مشیّت پر کہ جب وُہ چاہیں دو چار دس بلکہ ہزار، دو ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقامات پر ایک ہی وقت میں بذاتِ خُود تشریف لے جائیں اور مقامِ خاص بھی آپ کی ذاتِ اطہر سے خالی نہ ہو۔

صُورتِ اوّل کی توضیح

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝[1]

اس کا ترجمہ بھی محققین نے یہی کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالےٰ کے سامنے موجود ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کو ہر شے پر حاضر کہنا درست ہے۔ یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ حاضر و ناظر ہونے کے لیے یہ قید لگانا کہ ہر جگہ اس کا جسم ہی موجود ہو بالکل بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ جسم سے پاک اور منزہ ہے، از روئے علم اور قدرت کے بھی حاضر و ناظر ہو سکتا ہے، اور سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا ؕ[2]

ترجمہ:۔ پس کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

آپ کی یہ گواہی ماقبل کے تمام انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور ان کی اُمتوں کو

---

[1] :۔ پ الحج ع آیت ۱۷۔ [2] :۔ پ النساء ع آیت ۴۱۔

شامل ہے اور پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے یہ گواہی آپ کی تمام امت کو شامل ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام مخلوق پر گواہ ہیں اور گواہی میں اصل واقعہ کا مشاہدہ اور معائنہ ضروری ہے۔ اگرچہ شہادت بالتسامع بھی بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اس کی پوری بحث خان صاحب کے اعتراضات کے رد کے موقع پر کی جائے گی۔ قرآن کریم اور احادیث پاک ہمیں یہ ہی بتلاتی ہیں کہ شاہد اور شہید کے معنی حاضری کے آتے ہیں اور گواہ پر شاہد کا اطلاق بھی اسی وجہ سے ہے کہ وہ موقعہ پر موجود ہوتا ہے اور یہ ہی گواہی اولیٰ اور افضل ہے۔ یہ بات خان صاحب کو ہم پھر ذہن نشین کرا دیتے ہیں کہ شہادت بالمعائنہ کسی باب میں بھی مردود نہیں اور شہادت بالتسامع بعض معاملات میں جائز اور مقبول ہے اور اکثر میں مردود جیسا کتب فقہ میں موجود ہے لہٰذا گواہی میں معائنہ اور مشاہدہ کے اصل ہونے کا انکار جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس صورتِ اول کی تائید میں علماء محققین اولیاء کاملین کے اقوال نقل کرنے سے قبل ہم خان صاحب کے کان کھول دینا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ لن ترانی ہرگز مسموع نہیں کہ اس باب میں مفسرین اور اولیاء کرام اور محدثین کی ذاتی رائے نہ سنی جائے گی۔ کیا یہ لوگ قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں یا عربی زبان نہیں جانتے۔ اگر یہ ہی بات ہے تو آپ جیسی لومڑی کا اس جنگل میں کونسا حصہ ہے۔ جو کہ آیات میں تفسیر بالرائے اور احادیث میں قطع برید سے کام لیتے ہوئے عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہو۔ کیا یہ آپ کا دجل نہیں کہ مفسرین کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے اقوال کو ان کی ذاتی رائے یعنی بلا دلیل بات قرار دیتے ہو کیا قرآن مجید میں اپنی رائے کو دخل دینا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا ہے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ جہنمی ہیں تو آپ کو جنت کا ٹکٹ ابلیس لعین نے عنایت فرمایا کیا خان صاحب کہیں

نسوار شریف کے نشہ میں تو نہیں رہتے۔ عوام کے دلوں سے اُن مبارک اور باعظمت لوگوں کا وقار ختم کرنے کی کوشش کرتے ہو جو صراطِ مستقیم کے لیے نشانِ راہ ہیں۔ اب سُنئے اس گواہی کی حقیقت۔

مُحدّثین اور مُفسّرین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس واقعہ کو یوں طور نقل فرمایا ہے کہ روزِ قیامت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اُمتیں بلائی جائیں گی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال ہو گا کیا تم نے اپنی اپنی اُمت کو تبلیغ کی تھی؟ عرض کریں گے کہ ہاں۔ اس پر کافر لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا جائے گا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے عرض کریں گے کہ ہمارے گواہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لوگ ہیں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عادل لوگ بلائے جائیں گے وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گواہی دیں گے منکرین کہیں گے کہ یہ لوگ کس طرح ہم پر گواہی دے سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ اس جرح کے بعد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلائے جائیں گے اور آپ اپنی اُمت کے عادل ہونے پر شہادت دیں گے تب فیصلہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہو گا۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام اور دیگر اولیاء کرام کی گواہی بالتسامع تھی جس پر جرح ہو گی پھر آخر کار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت بالمعائنہ پر ہی فیصلہ ہو گا کیونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کا علم قرآن کریم کے ذریعے اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی ہوا تھا کیونکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صراحۃً ذکر تو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہدِ حقیقی نہ ہوتے تو وہی جرح آپ پر بھی ہو سکتی تھی جو دیگر گواہوں پر ہوئی۔ اب ہمارے اس بیان پر اولیاء کاملین اور عُلماء وارثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں

مگر یہ بات یاد رہے کہ نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کی بنیاد قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں آپ کو شاہد اور شہید فرمایا گیا ہے اور گواہی میں اصل مشاہدہ ہی ہے اور اصل سے عدول بغیر تعذر کے ہرگز جائز نہیں۔ اولیاءِ کرام اور علمائے عظام کی شہادتیں تو صرف تائید میں نقل کی جاتی ہیں ورنہ عقیدہ کی بنیاد ان پر ہے۔

شیخِ اکبر سیدی محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

لَمْ تَعُمَّ رِسَالَۃُ اَحَدٍ مِّنَ الرُّسُلِ سِوٰی رِسَالَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمِنْ زَمَانِ اٰدَمَ اِلٰی زَمَانِ بَعْثِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مُلْکُہٗ وَتَقَدُّمُہٗ عَلٰی جَمِیْعِ الرُّسُلِ وَسِیَادَتُہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مَنْصُوْصٌ عَلَیْہِمَا فِی الصَّحِیْحِ عَنْہُ فَرُوْحَانِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرُوْحَانِیَّۃُ کُلِّ نَبِیٍّ وَرَسُوْلٍ مَوْجُوْدَۃٌ فَکَانَ الْاِمْدَادُ یَاْتِیْ اِلَیْہِمْ مِنْ تِلْکَ الرُّوْحِ الطَّاہِرَۃِ [1]

ترجمہ: سوائے نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے کسی رسول کی رسالت عام نہ تھی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آپ کی بعثت کے زمانے تک اور قیامت تک آپ ہی کی بادشاہی ہے اور آپ کے تقدم اور آخرت میں سرداری پر آپ کی حدیث صحیح میں نص موجود ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت اور تمام انبیاء

[1] فتوحات مکیہ باب ص۔

کی رُوحانیت موجود ہے اور انبیاء کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح طاہرہ کی طرف سے مدد آئی تھی۔

پھر یہ بزرگ فرماتے ہیں۔

اَلْقُطْبُ الْوَاحِدُ فَهُوَ رُوْحُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْمُمِدُّ لِجَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْاَقْطَابِ مِنْ حِيْنِ النَّشْاءِ الْاِنْسَانِيِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔[1]

ترجمہ:۔ قطب واحد پس وہ رُوح ہے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ مددگار ہے، تمام انبیاء اور رسولوں اور قطبوں کی ابتدائے انسانیت سے لیکر یوم قیامت تک۔

شیخ عبدالکریم جیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شیخ عبدالکریم جیلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں اپنی کتاب الکمالات الالٰہیہ فی الصفات المحمدیہ میں فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا الشَّهِيْدُ فَاِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّصِفًا بِهٖ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا فَهُوَ الشَّهِيْدُ الْمُطْلَقُ لِلْحَقِّ وَالْخَلْقِ۔

ترجمہ:۔ آپ کا ایک نام شہید بھی ہے پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف تھے۔ صفت شہید کے ساتھ اور دلیل اس کی اللہ تعالےٰ کا

---

[1] فتوحات ج ۱ ص ۱۱۴۔

قولِ اَنْ سُلْنَاکَ عَلَیْھِمْ شَہِیْدًا ہے پس آپ شہیدِ مطلق ہیں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے۔

صوفیاءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عبارات چونکہ عوام کے فہم سے بالاتر ہیں اس لیے ہم ان ہی چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ تو بیشمار عبارات نقل کی جا سکتی ہیں جن سے مسئلہ بالکل واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔

علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث آتی ہے جو کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا سے متعلق ہے۔ امام الاحناف مجددِ وقت علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فِیْہِ تَنْبِیْہٌ نَبِیْہٌ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاظِرٌ۔[1]

ترجمہ:۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

نیز فرماتے ہیں۔

لَا بُعْدَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْھَدُ لِنُوْحٍ اِلْقَائِیَّۃً مَحَلَّ النُّصْرَۃِ۔[2]

ترجمہ:۔ بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت نوح علیہ السلام

---

[1] حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۹۔ [2] حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۹۔

کے لیے بھی گواہی دیں گے کیونکہ وُہ مقام مدد ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان

برکتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی دیار الہند یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشہد میں السلام علیک ایھا النبیؐ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات[1]

ترجمہ :۔ السلام علیک ایھا النبی کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجودات کے تمام ذروں اور تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

اور جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

وے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و افعال امت خود مطلع است و بر مقربان و خاصانِ خُود مدد و مفیض و حاضر و ناظر است۔

ترجمہ :۔ یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

لے :۔ اشعۃ اللمعات ج ا صنہ ۴۲۰ ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی پارہ دوئم میں وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے ماتحت لکھتے ہیں

د باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان چیست و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

ترجمہ:۔ تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں، اسواسطے کہ آنحضرت بالواسطہ نورِ نبوت ہر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب نے اُسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور بُرے اعمال، اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی گواہی دنیا میں شرع کے حکم سے اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

وَاَقْوَى الْاَرْوَاحِ فِي ذَاتِهٖ رُوْحُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهَا

يَحْجَبُ عَنْهَا شَيْئٌ مِّنَ الْعَالَمِ۔

ترجمہ:۔ تمام ارواح سے قوی تر روح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے پس نہیں پوشیدہ اس سے کوئی چیز......

پھر فرماتے ہیں۔

وَاَعْظَمُ الْاَرْوَاحِ عِلْمًا وَّاَقْوَاهَا نَظَرًا اَرْوَاحُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهَا يَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ فَهِيَ مُطَّلِعَةٌ عَلٰی جَمِيْعِ مَا فِي الْعَوَالِمِ۔[1]

ترجمہ:۔ علم اور نظر کے اعتبار سے عظیم تر اور قوی روح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ ہے تمام ارواح کی پس اُسے اطلاع ہے تمام جہانوں کی چیزوں پر۔ (یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)

جلال الملت والدین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَالِمٌ بِہٖ عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ یعنی علم مشاہدہ رکھنے والا۔

العارف الصاوی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

اَشَارَ بِذٰلِكَ اِلٰی اَنَّ الشَّهِيْدَ مَعْنَاهُ الَّذِیْ لَا يَغِيْبُ عَنْهُ شَيْئٌ۔

یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔[2]

نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں

مِنَ النَّظَرِ فِیْ اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ مِنَ السَّيِّئَاتِ

[1] :۔ کتاب الابریز ص۲۰۰ ۔ [2] :۔ صاوی شریف جلد ۲ ص۸۱ ۔

وَالدُّعَاءِ بِكَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ

بِحُلُوْلِ الْبَرَكَةِ فِيْهَا وَحُضُوْرِ جَنَازَةِ مَنْ مَاتَ مِنْ

صَالِحِي أُمَّتِهٖ فَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمُوْرَ مِنْ جُمْلَةِ أَشْغَالِهٖ فِي

الْبَرْزَخِ [1]

ترجمہ:- عالمِ برزخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اشغال میں سے یہ امور بھی ہیں اُمت کے اعمال میں نظر اُن کے گناہوں کی بخشش کی دُعا اور ان سے مصیبت دُور کرنے کے لیے دُعا کرنا اور روئے زمین میں برکت دینے کے لیے آنا جانا اور اپنی اُمت کے اولیاء کے جنازوں میں شرکت۔

اب خان صاحب ہی فرمائیں کہ کیا یہ غیر حاضر و ناظر کے کام ہیں جبکہ امام جلال الدین سیوطی ان اکابرین میں سے ہیں جن کی نظر سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام آن واحد کے لیے بھی پوشیدہ نہ ہوتے تھے۔

العارف الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس والاسماع میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض مخصوص کمالات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں،

وَمِنْهَا شِدَّةُ قُرْبِهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كُلَّ وَقْتٍ فَلَا يَكَادُ يَحْجُبُ عَنْهُمْ فِي لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ حَتّٰى

أَنَّ بَعْضَهُمْ صَحَّحَ عِدَّةَ أَحَادِيْثَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ بِضُعْفِهَا مِنْ طَرِيْقِ النَّقْلِ الظَّاهِرِ تَثْبُتُ

بِذٰلِكَ عِنْدَهٗ وَقَدْ أَدْرَكْتُ جَمَاعَةً وَمَنْ لَهُمْ هٰذَا الْمَقَامُ

مِنْهُمْ سَيِّدِيْ عَلِيٌّ نِ الْخَوَّاصُ وَسَيِّدِيْ عَلِيُّ الْمَرْصَفِيُّ وَأَخِيْ

[1] انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء ص۸۔

اَفْضَلُ الدِّيْنِ وَالشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ وَالشَّيْخُ نُوْرُ الدِّيْنِ الشُّوْنِيُّ وَالشَّيْخُ مُحَمَّدُ الصُّوْفِيُّ ؎۱

ترجمہ :۔ کمالات مخصوصہ میں ایک کمال نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شدید ترین قرب بھی ہے۔ پس نہیں پوشیدہ ہوتے رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے۔ بعض نے کچھ حدیثیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقہ نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات میں سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے۔ اُن میں سے سیّدی علی خواص سیّدی علی مرصفی، میرے بھائی افضل الدین، شیخ جلال الدین سیوطی، شیخ نور الدین شونی، شیخ محمد صوفی ہیں۔

شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ ؎۲

ترجمہ :۔ آپ کے اپنی اُمّت کو مشاہدہ کرنے اور اُن کے احوال نیتیں عزائم، ارادے جاننے کے اعتبار سے آپ کی موت اور حیات میں کوئی فرق نہیں یہ سب کچھ آپ پر بلا خفا کے روشن ہے۔

؎۱ مشارق الانوار للشیخ العدوی الحمزاوی ص۱۹۶۔ ؎۲ مختصر مواہب لدنیہ ص۳۹۱۔

اعلان:۔ طائفہ وہابیہ نجدیہ اگر اولیاء عارفین اور علماء وارثین سے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر حاضر و ناظر پہ ایک بھی حوالہ ثابت کر دیں تو ایک حوالہ کا ایک صد روپے انعام دیا جائے گا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔

اہلِ عناد کا ردّ از علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قرآنِ کریم کی جن آیات یا بعض احادیث سے جو غیر حاضر و ناظر مفہوم ہوتا ہے اس کے بارے میں العارف الصاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ھٰذَا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الْجِسْمَانِیْ لِاِقَامَۃِ الْحُجَّۃِ عَلَی الْخَصْمِ وَاَمَّا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الرُّوْحَانِیْ فَھُوَ حَاضِرٌ رِسَالَۃَ کُلِّ رَسُوْلٍ وَمَا وَقَعَ لَہٗ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ اِلٰی اَنْ ظَھَرَ بِجِسْمِہِ الشَّرِیْفِ وَلٰکِنْ لَّا یُخَاطَبُ بِہٖ اَھْلُ الْعِنَادِ۔[1]

ترجمہ:۔ یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے اعتبار سے ہے، تاکہ مخالف پر حجت قائم کی جائے۔ مگر باعتبار عالمِ روحانی پس آپ ہر رسول کی رسالت اور جو کچھ اس کے ساتھ وقوع میں آیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسم شریف کے ظاہر ہونے تک سب پر حاضر ہیں لیکن اہلِ عناد سے اس طریق پر خطاب نہیں کیا جاتا۔

---

[1] تفسیر صاوی شریف جلد ۳ صفحہ ۱۸۳۔

کیونکہ اہلِ عناد حقیقت کو نہیں تسلیم کرتے اور یہی حال ہے طائفہ وہابیہ نجدیہ کا کہ ان کا انکار بھی عناد پر مبنی ہے۔

احمد شہاب الدین ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

لَا مَانِعَ مِنْ اَنْ یَّرَاہُ کَثِیْرُوْنَ فِیْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ لِاَنَّہٗ کَالشَّمْسِ وَاِذَا کَانَ الْقُطْبُ یَمْلَأُ الْکَوْنَ قَالَہُ التَّاجُ بْنُ عَطَاءِ اللّٰہِ فَمَا بَالُکَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔[۱]

ترجمہ:۔ کوئی مانع نہیں کہ ایک وقت لوگوں کی کثیر تعداد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوں کیونکہ آپ مانند سورج کے ہیں اور جب کہ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ روئیت سے بیداری مراد ہے لہٰذا سرورِ کائنات کا حاضر و ناظر ہونا اظہر من الشمس ہے بلکہ آئمہ اہلِ سنت کے نزدیک قطب جو کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم ہے اُس سے بھی کوئی جگہ خالی نہیں۔ اب ذرا خادمِ رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی ملک الموت کا حال ملاحظہ فرماویں۔

---

[۱] فتاوی حدیثیہ ص ۲۵۶۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِی الدُّنْیَا وَ اَبُو الشَّیْخِ وَاَبُو نُعَیْمٍ عَنْ شَھْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ مَلَکُ الْمَوْتِ جَالِسٌ وَالدُّنْیَا بَیْنَ رُکْبَتَیْہِ وَاَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ وَ اَبُو الشَّیْخِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ نَفْسَیْنِ اِتَّفَقَ مَوْتُھُمَا فِی طَرْفَۃِ عَیْنٍ وَاحِدٌ بِالْمَشْرِقِ وَوَاحِدٌ بِالْمَغْرِبِ کَیْفَ قُدْرَۃُ مَلَکِ الْمَوْتِ عَلَیْھِمَا قَالَ مَا قُدْرَۃُ مَلَکِ الْمَوْتِ عَلٰی اَھْلِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وَالظُّلُمَاتِ وَالْھَوَاءِ وَالْبُحُوْرِ اِلَّا کَرَجُلٍ بَیْنَ یَدَیْہِ مَائِدَۃٌ یَتَنَاوَلُ مِنْھَا اَیَّھَا شَاءَ اَخْرَجَ اِبْنُ اَبِی حَاتِمٍ عَنْ زُھَیْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَلَکُ الْمَوْتِ وَاحِدٌ وَالزَّحْفَانِ یَلْتَقِیَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ مِنَ السَّقْطِ وَالْھَلَاکِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَوَی الدُّنْیَا لِمَلَکِ الْمَوْتِ حَتّٰی جَعَلَھَا کَالطَّسْتِ بَیْنَ یَدَیْ اَحَدِکُمْ فَھَلْ یَفُوْتُہٗ مِنْھَا شَیْءٌ۔[1]

ترجمہ:۔ شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ ملک الموت بیٹھا ہوا ہے اور تمام دنیا اس کے گھٹنوں کے سامنے ہے۔ (حضرت) ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو جانیں ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک ہی وقت میں مرتی ہیں ملک الموت کس طرح قادر ہے۔

---

[1] شرح الصدور ص۱۹۔

اُن پر فرمایا کہ ملک الموت کے لیے مشرق مغرب اندھیرے ہوا اور سمندر ایسے ہی ہیں جیسے آدمی کے سامنے دسترخوان اُس میں سے جیتا ہے جو چاہتا ہے. رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ملک الموت ایک ہے اور مشرق و مغرب میں جنگ ہوتی ہے تو بے شمار موتیں واقع ہوتی ہیں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا سمیٹ کر ملک الموت کے لیے مانند طشتری کے کر دی ہے جو کہ ایک آدمی کے سامنے ہو کیا اس میں کوئی چیز اُس سے فوت ہوتی ہے.

یہی حال ابلیس لعین کا ہے کہ اپنی جگہ سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور ہر ایک کے حال کے مطابق وسوسہ ڈالتا ہے. یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے.

ایک مرتبہ ایک نجدی سے اس امر پر گفتگو ہوئی بندہ نے عرض کیا کہ کائنات میں ہدایت کا سرچشمہ صرف مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور گمراہی کا ٹھیکدار ابلیس لعین ہے. مضل کو تو یہ قدرت ہے کہ اپنے مقام سے تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھے اور ہر ایک کے گمراہ کرنے کی کوشش کرے. لیکن آپ کے نزدیک ہادی اکمل علیہ السلام کو اس کے مقابلہ میں یہ طاقت نہیں کہ اپنی اُمت کو ملاحظہ فرماویں اور مضل کے مقابلہ میں اپنے امتی کی حفاظت فرماویں. اس سے تو قدرت کے اعتبار سے ہادی پر مضل کا غلبہ مفہوم ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے. اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔[1]

تو فرمانے لگے کہ مولانا شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر تو نص قطعی موجود

[1]۔ پ المائدہ ع آیت ۵۶۔

ہے لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کونسی نص ہے۔ بندہ سمجھ گیا کہ یہ جملہ انہوں نے "براہین قاطعہ" سے رٹ رکھا ہے، میں نے عرض کیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایک ہی نہیں بلکہ کئی نصیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ [1]

صرف شاہد اور سراج منیر سے ہی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ایک ایسا روشن چراغ ہیں جو ہر وقت ہر جگہ روشنی دینے والا ہے، اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں سورج کو بھی سراج فرمایا ہے، لیکن اس کی صفت منیر نہیں لایا، اور اس سورج کا یہ حال ہے، کہ کوئی علاقہ اس کی روشنی کے فیض سے محروم نہیں ہاں جو اپنی پستی کی بنا پر محروم رہے تو رہے۔ اسی طرح سراج منیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فیضان نور سے کوئی اپنے کفر کی بنا پر محروم رہے تو رہے ورنہ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے نور سے منور ہے۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ۔

مسئلہ حاضر و ناظر میں اولیاء کاملین اور علماء وارثین نے جو تحقیق فرمائی ہے اگر وہ سب نقل کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ حوالاجات نقل کرنے میں بندہ نے یہ بھی احتیاط کی ہے کہ ایسی عبارات نقل کی جائیں جن کو عوام نہیں کم از کم علماء تو سمجھ سکیں ورنہ اکثر عبارتیں اس شان کی ہیں کہ موجودہ دور کے علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ الْوَهَّابِيَّةَ لِيَفْهَمُوْا رِفْعَةَ شَانِ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ

---

[1] پ ۲۲ الاحزاب آیت ۴۵-۴۶۔

الصلوٰۃ والتسلیم دائماً ابداً ابداً۔

خاں صاحب گکھڑوی کے دلائل اور اُن کے جوابات

(۱) خان صاحب بخاری شریف، مسلم شریف، مسند ابو عوانہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکۃ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا عالمِ بیداری میں ایک ہی رات کے اندر جسدِ عنصری کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حکم اور اس کی خاص نوازش اور قدرت سے سیر کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی گئے ہیں تو ہمیں بتلایئے کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پھبتی اڑائی آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

فَکُرِبْتُ کُرْبَۃً مَا کُرِبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ (مسلم) میں اتنا پریشان ہوا کہ ایسا پریشان کبھی نہ ہوا تھا اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو تھوڑے وقت کے لیے میرے سامنے حاضر کر دیا مشرکین جو پوچھتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔[۱]

پہلا اعتراض:۔ پھر اس پر تصریح فراتے ہیں" دیکھئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱]: تسکین الخواطر ص۔

حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب ہوتے تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی"۔

جواب :- میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض خان صاحب کے حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے بندہ پھر عرض کر دیتا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان بذاتِ خود وہاں موجود ہو اور چشمِ ظاہر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشمِ بصیرت سے ان کا مشاہدہ کرے یہ دوسری صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور آپ چشمِ بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے توجہ تام کی ضرورت ہے۔ اس کی تائید میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت نقل کر آئے ہیں اور احادیثِ پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف توجہ تام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آتی تھی جس سے قریش کو پھبتی اڑانے کا موقعہ مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ فَرَفَعَهُ اللهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ.

ترجمہ :- میں مقامِ حجر میں تھا اور قریش مکہ معراج کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ پس انہوں نے بیت المقدس کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے توجہ بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تھی پس اٹھایا بیت المقدس

کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دیکھتا تھا اسی کو۔

اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ یہ ہے۔

كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ جب قریش نے مجھے جھٹلایا میں کھڑا ہوا مقام حجر میں پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے۔

فَجِيءَ بِالْمَسْجِدِ حَتّٰى وُضِعَ عِنْدَ دَارِ عَقِيْلٍ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عقیل کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرما دیا اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مسجد اٹھا کر کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرما دیتا چونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں۔ جب ضرورت کے وقت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے آن واحد میں بلقیس کا تخت لایا گیا تو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بیت المقدس لا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل بھی ثابت کر دیا جو کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا بلکہ اس سے کہیں

بڑھ چڑھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم تو اپنے مقام سے بلقیس کے تخت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے یہ بات ثابت نہ ہو اور دُوسرے خان صاحب سے ہم یہ بات دریافت کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں کہ بیت المقدس یا اس جیسے دُوسرے جُزوی واقعات جن کو خان صاحب نے اپنے عقیدہ کا سہارا بنایا ہے کیا یہ سارے اخبار احاد نہیں ہیں کیا یہ ہی علم غیب ہے جس میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے اور کسی دُوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک وکفر ہے اور خان صاحب یہ بھی فرمادیں کہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مشرکین نے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھبتی اڑائی یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث کی کون سی کتاب میں ہے۔ یہ بات ہم اپنے تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ کوئی وہابی دانش مند اور دیانت دار نہیں ہوتا دروغ گوئی اور قطع برید ان کا جزوِ ایمان ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو کبھی یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھبتیاں اڑائیں کیونکہ پھبتی ہمیشہ بے سروپا بات کی اڑائی جاتی ہے۔

دُوسرا اعتراض:۔ خان صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوعوانہ میں یہ روایت موجود ہے کہ غزوہ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار ضائع ہوگیا۔ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْتِمَاسِہٖ۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہار تلاش کرنے کے لیے رُک گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جُملہ شریکِ سفر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی اس کو تلاش کرتے رہے مگر پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد بھی وہ ہار نہ مل سکا تھک ہار کر جب کوچ کرنے کا اعلان کر دیا تو وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار تھیں اس کو اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے پڑا

ہوا تھا۔[1]

جواب :- اگر خان صاحب حدیث کی عربی عبارت نقل کر دیتے تو کیا حرج تھا ان صرف یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں اندھی نہ کر سکتے۔ حدیث کی عبارت یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ وَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ۔[2]

ترجمہ :- سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] :- تسوید النواظر ص ۱۱۔ [2] :- بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۸۔

کے ساتھ مقام بیدآ یا مقام ذات الجیش مکہ اور مدینہ کے درمیان یہ دونوں مقام ہیں) میں تھے کہ میرا ہار گم ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار کی وجہ قیام فرمالیا اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ نہ اس جگہ پانی تھا نہ لوگوں کے ہمراہ پانی تھا۔ پس لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کو خبر ہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پر پانی ہے اور نہ ہمارے پاس پانی ہے۔ ابو بکر مجھ پر ناراض ہونے لگے اور کہا جو اللہ نے چاہا اور میری پسلی (کوکھ) میں ہاتھ مارا لیکن میں بوجہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میری ران پر آرام فرمانے کے حرکت سے بھی باز رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو اُٹھے اور پانی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آلِ ابی بکر یہ کوئی تمہاری برکات میں سے پہلی ہی برکت نہیں پس ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جو میری سواری کا تھا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

دوسری روایت:۔ عَنْ عَائِشَه قَالَتْ سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِّیْ بِالْبَیْدَآءِ وَ نَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِیْنَةِ فَاَنَاخَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَزَلَ فَثَنّٰی رَاْسَهٗ فِیْ حِجْرِیْ رَاقِدًا اَقْبَلَ اَبُوْ بَکْرٍ فَلَکَزَنِیْ لَکْزَةً شَدِیْدَةً وَّقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِیْ قِلَادَةٍ فَبِیَ الْمَوْتُ لِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَاسْتَیْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ

فَلَمْ يُوجَدْ فَنَزَلَتْ[1] (اٰيَتُ تَيَمُّمٍ)

ترجمہ:۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا حالانکہ ہم مدینہ آ رہے تھے پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سواری بٹھائی اور اترے پس میری گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے ابوبکر آئے انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تو نے ہار کی وجہ سے لوگوں کو روک لیا، باوجود انہوں نے مجھے تکلیف دی لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرام فرمانے کی وجہ سے مردہ کی طرح تھی۔ (یعنی حرکت تک نہ ہوئی) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور پانی تلاش کیا تو نہ پایا پس آیت تیمم نازل ہوئی۔

اب اصل واقعہ بھی ملاحظہ فرمادیں اور خان صاحب کی کذب بیانی بھی دیکھئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ لوگوں نے آکر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی کہ دیکھو سیدہ نے کیا کیا ہے کہ ایسے مقام پر روک لیا کہ جہاں پانی نایاب ہے اور خان صاحب فرماتے ہیں کہ ابوبکر اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہار تلاش کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں کہ سواری سے اترتے ہی میری گود میں آرام فرمانے لگے اور صبح سے پہلے آپ اٹھے ہی نہیں، خان صاحب کی بے شعوری دیکھیں کہ جھوٹ باندھتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ہار تلاش کیا جاتا تو اسی جگہ تلاش کرنا تھا جہاں سیدہ رضی اللہ عنہا کا قیام تھا اور اسی سامان کو الٹ پلٹ کیا جاتا جو سیدہ رضی اللہ عنہا سے متعلق تھا تو کیا سارا میدان چھان مارا اور اونٹ نہ اٹھایا (خاک بریں عقل ودانش)

[1] ۔۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۹۳۔

بلکہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نَزَلَ فَتَنَبَّنِیْ دَاشُتَہٗ فِیْ جِحْجُوِیْ تو صاف دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقتِ حال کی اطلاع تھی اور جانتے تھے کہ ہار کا گم ہونا تو ایک ظاہری بہانہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جو کہ ہار کی تلاش پر ایک خفیف دلالت بھی کرتا ہو خان صاحب اگر ہار کا تلاش کرنا احادیث سے ثابت کر دیں تو ایک صد روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا ورنہ انعام الٰہی لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ تو موجود ہی ہے۔

تیسرا اعتراض:۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دعوتِ ولیمہ پر مدعو کیا وہ کھانا کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لیے بیٹھ گئے آپ کو اتنی طویل مجلس اور باتوں سے اذیت پہنچی آپ نے زبان مبارک سے تو نہ فرمایا کہ تم چلے جاؤ، البتہ ایک لطیف حیلہ یہ تجویز فرمایا کہ خود اٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ میرے ساتھ یہ بھی چلے جائیں آپ باہر چکر لگا کر لوٹ آئے۔ ثُمَّ ظَنَّ اَنَّھُمْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ ..... فَاِذَا ھُمْ جُلُوْسٌ اس خیال سے کہ صحابہ اٹھ کر چلے گئے ہوں گے لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ باقاعدہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر چلے گئے۔ اور حضرت انس کو بھیجا کہ جا کر دیکھو ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں یا چلے گئے ہیں۔ کافی دیر کے بعد جب حضرت انس نے آپ کو اطلاع دی کہ وہ چلے گئے ہیں تو آپ اپنے حجرہ میں حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے۔[1]

جواب:۔ اس پر خان صاحب ایں طور اعتراض کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت

---

[1] ملخصاً تسویۃ النواظر ص۸۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ ابھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید چلے گئے ہوں پھر حضرت انس کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا[1]

اب اصل واقعہ ملاحظہ ہو۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ روایتیں ہم بعینہٖ نقل کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین خان صاحب کے کذب اور دجل سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ اِبْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ وَاِذَا هُوَ كَاَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا[2]

ترجمہ:۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی وہ کھا کر بات چیت کے لیے بیٹھ گئے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اٹھے یہ دیکھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام خود اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے۔ پھر حضور اندر آنے کے لیے لوٹے

---

[1] تسوید النواظر صفحہ ۲۲ ۔ [2] بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۰۶

لیکن لوگ بیٹھے تھے (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اُٹھ گئے انس فرماتے ہیں کہ میں نے جاکر اُن کے چلے جانے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

حدیث نمبر ۲ :۔ وَضَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ۔[1]

ترجمہ :۔ دعوتِ ولیمہ پر لوگوں کو بلایا (کھانے کے بعد) وہ بات چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۳ :۔ بَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةُ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِي أَخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ۔[2]

ترجمہ :۔ لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے پس نکل گئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام..... پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ شدید الحیاء تھے (اس لیے صراحتاً چلے جانے کا حکم نہ فرمایا) پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے۔ (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں

---

[1] :۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۷۶۔ [2] : بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۷۶۔

نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے دی یا کسی اور نے۔

حدیث نمبر ۴:۔ فَاَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی حُجَرِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ..... فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰی بَيْتِهٖ رَاٰی رَجُلَيْنِ جَرٰی بِهِمَا الْحَدِيْثُ فَلَمَّا رَاٰهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهٖ رَاَيَا مُسْرِعَيْنِ فَمَا اَدْرِیْ اَنَا اَخْبَرْتُهٗ بِخُرُوْجِهِمَا اَمْ اُخْبِرَ فَرَجَعَ۔ ؎

ترجمہ:۔ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر آپ اُمہات المؤمنین کے حجروں کی طرف نکل گئے جب واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے، جب اُن دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوٹتے دیکھا تو خود بھی جلدی سے اُٹھ گئے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جانے کی خبر کس نے دی میں یا کسی اور نے، پس آپ واپس آ گئے۔

حدیث نمبر ۵:۔ مَا قَامَ قَوْمٌ حَتّٰی قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشٰی فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰی بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ ظَنَّ اَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ جُلُوْسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ الثَّانِيَةَ حَتّٰی بَلَغَ حُجْرَةَ عَائِشَةَ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ فَاِذَا هُمْ قَدْ قَامُوْا

؎ :۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۔

فَضَرَبَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ السِّتْرَ وَأُنْزِلَ آيَتُ الْحِجَابِ۔[1]

ترجمہ:۔ کھانے کے بعد لوگ نہ اُٹھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے پس آپ چلے ان کے ساتھ میں یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے، آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ لوٹ آیا لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے تک گئے پھر واپس آگئے۔ میں بھی واپس آگیا تو لوگ جا چکے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال لیا۔

خان صاحب نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ ثم ظن انھم قد خرجوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو دلیل پکڑی ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ خان صاحب کی دانشمندی پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں، کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑی ہے ان ہی الفاظ سے خان صاحب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک باطنی امر ہے اگر خان صاحب جواب دیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازاً یہ بات کہی ہے تو ہم جواب دیں گے کہ پھر آپ کا ان

---

[1] :۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۴۶۱ ۔

الفاظ کو جو اندازاً کہے گئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدمِ علم پر دلیل پکڑنا جہالت ہے۔ ایک اور طریقہ سے خان صاحب کی جہالت کا ثبوت۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ صحابہ بغیر میرے حکم کے جانے والے نہیں حکم چاہے صراحتاً ہو یا کنایۃً تب ہی تو آپ نے یہ آنے اور جانے کی تکلیف گوارا کی ورنہ تو آپ یہ حیلہ کیوں تجویز فرماتے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ایک بار نکل آنے سے ہی یہ گمان کیسے کر سکتے تھے کہ صحابہ چلے گئے ہوں کیونکہ ایک دفعہ مجلس سے اُٹھ جانا اس بات کی دلیل نہیں بنتا کہ دوبارہ واپس آ کر مجلس میں شریک نہ ہوں گے کیونکہ احتمال باقی رہتا ہے کہ کسی خاص ضرورت کے ماتحت تشریف لے گئے ہیں ابھی واپس آ کر رونق افروز ہوں گے۔ آپ کا دوسری مرتبہ واپس آ کر لوٹ جانا تو صرف اسی لیے تھا کہ صحابہ کے نزدیک یہ بات متحقق ہو جائے کہ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں رونق افروز ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہمارا بیٹھنا بیکار ہے۔ اسی لیے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوبارہ واپس لوٹ جانے کو دیکھ کر صحابہ نے مجلس برخاست کر دی لہٰذا اعتراض صرف خان صاحب کے عدمِ علم کی دلیل ہے اور خان صاحب کا یہ فرمانا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ یہ سراسر کذب ہے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صحابہ کے چلے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعے سے اطلاع دیئے گئے۔

خیر خان صاحب کی کذب بیانی پر ہمیں اتنا افسوس نہیں جتنا کہ ان کی کم فہمی پر ہے کیونکہ دروغ گوئی تو اس طائفہ وہابیہ کی فطرت میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ خان صاحب زبان درازی اہلِ سُنّت کے ایسے جیّد عُلماء پر کرتے ہیں مثلاً فقیہ العصر حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اور غزالی دوراں علامہ

سید احمد سعید صاحب کاظمی ملتانی اور مناظر اسلام مولانا محمد عمر صاحب اچھروی جنہوں نے ملک بھر کے تمام بدمذہبوں کے منہ میں لگام دے رکھی ہے اور جواب دینے میں خان صاحب کی مثال بالکل ایسی ہے کہ پنجابی کی ایک مثال ہے کہ ایک تیلی نے ایک جاٹ کو کہا۔

او جٹا تیرے سر وچ ماریا وٹا تینوں عقل کدوں آوے گی۔

اس پر جاٹ صاحب بڑے گرمائے اور فرمانے لگے کہ۔

او تیلی تیرے سر وچ ماریا کہلو تینوں عقل کدوں آوے گی۔

سُننے والوں نے جاٹ سے کہا کہ میاں تیری بات کا توازن درست نہیں ہے۔ جاٹ صاحب فرمانے لگے کہ توازن کو نہ دیکھو صرف دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ کہلو ویسے تو وٹے سے بھاری ہے۔

چوتھا اعتراض:- خان صاحب بخاری شریف اور مسند طیالسی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت کی سرکردگی میں ۱۰ صحابی بطور جاسوس مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے۔ جب یہ حضرات مقام ہدہ میں پہنچے تو قبیلہ بنو لحیان نے ان کو گھیر لیا۔ آٹھ صحابہ کو تو اُسی جگہ شہید کر دیا اور دو کو گرفتار کر کے مکہ مکرمہ لے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ حضرت عاصم نے شہادت کے وقت یہ پُر درد الفاظ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّكَ ۔ اے اللہ ہمارے حالات سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دے۔ اللہ تعالےٰ نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ اس واقعہ پر خان صاحب مندرجہ ذیل تفریع فرماتے ہیں۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو صحابہ کرام

کو جاسوسی کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔ خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس بیدردی اور بے جگری سے تہ تیغ کیے گئے۔ کیا آپ نے دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا۔[1]

جواب نمبر ۱:۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجنا تعلیم اُمت کے لیے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے کو رہا طن کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔[2]

تمہارے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہتر نمونہ ہے یعنی۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا؟

جواب نمبر ۲:۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اُسی کے احکام جاری فرماتے ہیں۔ اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وُہ من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حکم کو تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے ورنہ تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

جواب نمبر ۳:۔ اگر جاسوس بھیجنا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے منافی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہید کیے گئے۔ اس کا کیا جواب ہوگا۔ کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے دانستہ اپنے انبیاء

---

[1] :۔ تنویر النواظر ص۳۶ بلفظہ۔ [2] :۔ پ۲۸ الممتحنہ ع۲ آیت ۶۔

کیوں شہید کرائے۔

جواب نمبر ۴ :۔ اگر آپ کا جاسوس بھیجنا عدمِ علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالےٰ نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دے دیتا ہوں جاسوس نہ بھیجئے، اللہ تعالےٰ نے دانستہ اپنی مخلوق کو تہ تیغ کیوں ہونے دیا، حالانکہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد ان کی لاشِ مبارک کی اللہ تعالےٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ایامِ اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالےٰ انگور بھیجتا رہا، کیا اُن کو کفار کے پنجے سے نجات دلانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل عین تقاضاءِ قدرت تھا جس پر آپ کو اطلاع تھی۔

جواب نمبر ۵ :۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دُعا کرنا کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے باخبر کر دے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منافی نہیں، کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ عَنَّا نَبِیَّکَ کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما، تو دُعا کے الفاظ میں احتمال اس بات کا ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرما دے۔ لہٰذا صحابی کا دُعا کرنا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع علی الغیب ہونے کے منافی نہیں۔

ایک اور طریقہ سے جواب :۔ ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اس کے لیے دُعا کرنا منع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ ؎۱

ترجمہ:۔ اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔

حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراط مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے منافی نہیں۔

ایک اور طرز سے جواب:۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں دو مقام پر بندہ کی نظر سے گذرا ہے اور اصل راوی اس کے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ فرماتے ہیں۔ فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيْبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ ؎۲

یعنی عاصم بن ثابت نے مصیبت کے روز دعا کی اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا پس نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو ان کے حال کی خبر دی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ سارا واقعہ الف سے لے کر "ی" تک ابوہریرہ کو کیسے معلوم ہوگیا۔ نہ ابوہریرہ ان صحابہ میں شریک تھے نہ ہی ان مصیبت زدہ صحابہ میں سے کسی نے آکر سنایا۔ لامحالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی سنا ہے۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا سے ماقبل کے واقعات اور دعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بیان فرمانے والے ہیں۔ اگر عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

؎۱:۔ پ ۲۲ یٰسین آیت ۳ ع ۱ ۔ ؎۲:۔ بخاری شریف ص ۴۲۸ ج ۱ ۔

کی دعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالےٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابوہریرہ تو فرماتے ہیں۔ فَاَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ خَبَرَهُمْ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو ان کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے ان کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔

خان صاحب فرماتے ہیں۔

پانچواں اعتراض :-

بخاری وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ مشرکین کا ایک وفد ایک سازش کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں، آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کرکے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیرِ معونہ پہنچے تو کافروں نے ایک لنگڑے صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ میں دردبھری کہانی اللہ تعالےٰ کے حوالے کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع فرما۔[1]

جواب :- خان صاحب نے اس واقعہ پر بھی وہی اعتراضات کیے ہیں۔ جو اعتراض نمبر ۴ میں تحریر ہیں لیکن قدرے کذب بیانی اضافہ فرمائی ہے بیر معونہ کے تحت شہداء کا یہ واقعہ مختلف روایات میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ان سب روایات کو مفسر علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں اور صاحب تفسیر خازن شریف

[1] :- تسویۃ النواظر ص ۵۳ ۔

نے خازن شریف میں لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا کے تحت جمع فرمایا ہے۔ اگر خان صاحب یہ واقعہ نقل نہ فرماتے تو اُن کے لیے کیا ہی اچھا ہوتا کیونکہ اس میں نجدیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھ گیا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ جس وقت ابو براء نے صحابہ کو لے جانے کا سوال کیا تو عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْہِمْ اَھْلَ نَجْدٍ مجھے خوف ہے کہ نجدی میرے صحابہ سے اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔ یہ آپ کا خوف حقیقت حال کے معلوم ہونے کی بنا پر تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمرو بن امیہ نے آپ کو صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھٰذَا عَمَلُ اَبِیْ بَرَاءٍ وَقَدْ کُنْتُ لِھٰذَا کَارِھًا مُتَخَوِّفًا یعنی تحقیق میں اسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے اول امر میں خوف رکھتا تھا اور صحابہ کو بھیجنا مجھے پسند نہ تھا۔ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے علم تھا کیونکہ لفظ قد ہمیشہ تحقیق کے لیے ہی آیا کرتا ہے اور آنحضرت کا صحابہ کو بھیجنا قضاء الٰہی کے پیش نظر تھا۔ اگر یہ طائفہ وہابیہ نجدیہ عربی عبارات کو بعینہٖ اور پوری تحقیق سے نقل کریں تو وہابیت کی سرے سے ہی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ہمارے نقل کردہ الفاظ تفسیر خازن شریف بہامشہٖ تفسیر معالم التنزیل میں جلد ا صـ۳۰۲، صـ۳۵۶ پر موجود ہیں۔ اور کذب بیانی خان صاحب کی یہ ہے کہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ شہداء بیر معونہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے سو یہ بات کسی بھی روایت میں موجود نہیں البتہ بخاری شریف جلد ثانی صـ۵۸۹ پر یہ الفاظ ہیں کہ شہداء نے کہا رَبَّنَا اَخْبِرْ۔

عنّا اِخْوَانَنَا کہ اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو خبر پہنچادے اس کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ فَاَخْبَرَ ھُمْ عَنْھُمْ پس صحابہ کو خبر دی اُن کے حال کی اور اخواننا کے مفہوم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل کر لیتے ہیں خان صاحب قصور وار نہیں کیونکہ ان کے گروگھنٹال اسمٰعیل دہلوی کی وصیت ہی یہی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا بھائی جانو۔

خان صاحب لکھتے ہیں۔

چھٹا اعتراض :۔ بخاری وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ بھیجا آپ نے بھی چند لقمے کھائے اور آپ کے بعض صحابہ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن براء بن معرور کی اسی گوشت کی وجہ سے شہادت بھی ہو گئی بلکہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے۔

تُوُفِّیَ اَصْحَابُہُ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاۃِ۔[1]

ترجمہ:۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جنہوں نے وہ زہر آلودہ بکری کھائی تھی۔ وفات پا گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے ابوداؤد اور سنن دارمی وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ نے یہ فرمایا کہ اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے

---

[1] :۔ المشکوٰۃ ص۵۴۲۔

تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا ہوتا خود بھی نہ کھاتے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی منع فرما دیتے۔ کیا دیدہ دانستہ آپ نے ان صحابۂ کرام کو زہر کھلا کر مروا دیا۔[1]

جواب :۔ سبحان اللہ خان صاحب دھوکہ دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور اسی کمال پر نازاں ہیں۔ خان صاحب نے پہلا دھوکہ تو یہ دیا ہے کہ بخاری شریف میں یہ روایت موجود ہے حالانکہ بخاری شریف میں یہ روایت بالتفصیل موجود ہی نہیں۔ بخاری شریف میں تو صرف اتنی روایت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِیْهَا سُمٌّ۔[2]

ترجمہ :۔ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھیجی گئی اس میں زہر تھا۔

دوسرا دھوکہ یہ دیا کہ آپ نے چند لقمے کھائے یہ بات بھی کسی روایت میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہوگا۔

تیسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے تُوُفِّیَ اَصْحَابَهُ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاةِ۔

چوتھا دھوکہ یہ دیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانا کی چکنے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

دارمی شریف کی یہ روایت ہے۔

اِنَّ یَهُوْدِیَّةً مِنْ اَهْلِ خَیْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِیَّةً

[1] :۔ ملفوظ تسویۃ النواظر صفحہ ۵۵۔ [2] :۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۱۰۔

ثُمَّ اَھْدَتْھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ مِنْھَا الذِّرَاعَ فَاَکَلَ مِنْھَا وَاَکَلَ الرَّھْطُ مِنْ اَصْحَابِہٖ مَعَہٗ ثُمَّ قَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَھُوْدِیَّۃِ فَدَعَاھَا فَقَالَ اَسَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ فَقَالَتْ نَعَمْ وَمَنْ اَخْبَرَکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْنِیْ ھٰذِہٖ فِیْ یَدِیِ الذِّرَاعُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَمَا ذَا اَرَدْتِ اِلٰی ذَالِکَ قَالَتْ قُلْتُ اِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلَنْ یَضُرَّہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ نَبِیًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْہُ فَعَفَا عَنْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُعَاقِبْھَا وَتُوُفِّیَ بَعْضُ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاۃِ۔[1]

ترجمہ :- اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری زہر ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی کھایا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس کے بعد یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر ملایا ہے اس نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دستی نے جو میرے ہاتھ میں ہے یہودیہ نے

---

[1] :- دارمی شریف ص۱۹۔

اقرار کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو زہر آپ کو کچھ نہ کہے گا ورنہ آپ سے ہماری جان چھوٹے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے گوشت کھایا تھا۔ بعض نے وفات پائی۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔

فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَکَلَ مِنْہَا وَاَکَلَ رَھْطٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ مَعَہٗ ثُمَّ قَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَھُوْدِیَّۃِ فَدَعَاھَا فَقَالَ لَھَا اَسَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ قَالَتِ الْیَھُوْدِیَّۃُ مَنْ اَخْبَرَکَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ ھٰذِہٖ فِیْ یَدِیْ الذِّرَاعُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَرَدْتِ اِلٰی ذٰلِکَ قَالَتْ قُلْتُ اِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلَنْ یَّضُرَّہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ نَبِیًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْہُ فَعَفَا عَنْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُعَاقِبْھَا وَتُوُفِّیَ بَعْضُ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاۃِ۔[1]

ترجمہ:۔ بعینہٖ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اب دارمی شریف اور ابوداؤد شریف کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرما دیں اور خان صاحب کی من گھڑت کہانی بھی۔ اور صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرنے

[1] ابوداؤد جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۸۲

میں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے۔

اعلان:۔ اگر کوئی شخص دارمی شریف اور ابوداؤد شریف کے کسی نسخہ سے یہ الفاظ تُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ ثابت کردے ہم دس روپے انعام پیش کریں گے۔ بلکہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ بعض متوفی کون تھے۔

روایت یہ ہے۔

فَاَهْدَتْ لَهٗ يَهُوْدِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً سَمَّتْهَا فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَاَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ ارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ فَاِنَّهَا اَخْبَرَتْنِيْ اَنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ الْاَنْصَارِيُّ۔[1]

ترجمہ:۔ خیبر میں یہودی عورت نے زہر ڈال کر بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اسمیں زہر ہے پس بشر بن البراء بن معرور الانصاری وفات پا گئے۔

شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہ ہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے

[1]:۔ ابوداؤد مصری جلد ۲ صـــــ ۲۶۳

والے اکیلے بشر بن البراء بن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے قربان جاؤں عالم ماکان و ما یکون علیہ الصلوٰۃ و السلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے ساتھ صحابۂ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر ہو۔ اگر صحابۂ کرام کو شریک نہ کرتے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر ویسے ہی بے اثر تھی۔ صحابی کے وفات پا جانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے اُن میں سے ایک کی موت بھی واقع ہو گئی۔ دُوسرے گوشت کا آپ کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔ اور خان صاحب کے اس قول سے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں ثابت ہوا کہ گوشت کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔ خان صاحب سے ہم پوچھتے ہیں کہ کھا لینے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی دارد کام تو ہو چکا تھا اللہ تعالےٰ نے جو حکیم مطلق ہے جس کے حکم سے گوشت کو گویائی عطا ہوئی اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ خان صاحب اتنے بھولے ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ خطرے کی گھنٹی خطرہ سے قبل بجائی جاتی ہے یا بعد۔ کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا اور دھوکہ دینے کے لیے فانہا اخبرتنی جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں۔ کیا اخبرت اور تخبر میں کوئی فرق نہیں جو اعتراض

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر کیے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ نبی اللہ کے قول اور فعل پر ہر وقت اللہ تعالیٰ اپنی نظرِ قدرت رکھتا ہے۔ جب ایک بات اصولی طور پر ثابت ہو اور اُس کے خلاف کوئی جزوی واقعہ اصول کے معارض نہیں بنتا بلکہ اُس میں حکمت تلاش کرنی چاہیئے۔

ساتواں اعتراض:۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور تُم میرے پاس جھگڑے کرآتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھوٹے دعویٰ اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مُبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لے لیا۔ لہٰذا میرے سامنے سچی ہی بات کہنا۔ قارئینِ کرام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرما دیتے کہ میں تمہارے ظاہر اور باطن سے بخوبی واقف ہوں اسلیئے سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہٰذا میرے سامنے جھوٹ اور غلط بیانی نہیں چل سکتی[1]

جواب:۔ حاشا وکلا انبیاء علیہم السلام کے فہم میں کبھی غلطی نہیں ہوتی کیونکہ اُن کے فہم کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے ہاں اگر اجتہاد میں غلطی واقع ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسی وقت آگاہی فرما دیتا ہے اسی اجتہادی غلطی پر انبیاء علیہم السلام کو کبھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا چہ جائیکہ غیر اجتہادی امور

[1]:۔ جلفر تسوید النواظر ص ۵۵۔

میں غلط فہمی کی بنا پر احکام جاری فرمادیں۔ لہٰذا غلط فہمی کی نسبت سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کرنا نہایت بے ادبی ہے اور احادیث کی اصل عبارت یہ ہے۔

حدیثِ اول :- فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّ اَنَّهٗ يَاْتِيْنِيْ الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضًا اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ لَهٗ بِذٰلِكَ وَاَحْسِبُ اَنَّهٗ صَادِقٌ [1]

ترجمہ :- آپ نے فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس فیصلہ کے لیے لوگ آتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو (اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں) اور میں گمان کروں اس کو سچا اور فیصلہ اس کے حق میں دوں۔

حدیثِ دوم :- يَاْتِيْنِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ صَادِقٌ فَاَقْضِيْ لَهٗ [2]

ترجمہ :- میرے پاس فیصلے آتے ہیں ممکن ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو۔ سو میں اس کو سچا گمان کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

فَاَحْسِبُ جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں، خان صاحب نے اس کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا تو تعصب کی بنا پر یا قلتِ علم کی بنا پر کیا ہے۔ حدیث کا سیاق و سباق ہی بتلاتا ہے کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف

---

[1] :- بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۶۵ ۔ [2] :- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴ ۔

اُس کے ظاہری بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور مسلم شریف کی ایک دُوسری حدیث خان صاحب کی تردید اور ہمارے بیان کی تائید کرتی ہے وُہ یہ ہے۔

اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْہُ [۱]

ترجمہ :- تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اُس سے سنوں اُس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

نوٹ :- خان صاحب کی تحریف معنوی بالکل ظاہر ہے۔

آٹھواں اعتراض :- حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ جو کہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۱۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ پر مذکور ہے، اُس میں ہے کہ حاطب نے ایک خط لکھ کر مشرکین مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جس کو ایک عورت لے جارہی تھی۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چند صحابہ کرام کو بھیجا اور وُہ اُس عورت سے خط چھین لائے۔

جواب :- اس واقعہ میں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اطلاع علی الغیب اور حاضر و ناظر کا بین ثبوت ہے لیکن خان صاحب اس واقعہ پر بھی اپنی بد باطنی کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دور کیوں لے جانے دیا۔ بیشک انسان کو جس کے ساتھ عداوت ہو اس کا وصف بھی کمال

---

[۱] :- مسلم شریف جلد ۲ ص ۷۴۔

بھی عیب ہی نظر آتا ہے۔

نواں اعتراض:- ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر دور تک دیکھ بھال کر کے واپس آ رہے تھے کہ آگے سے اہلِ مدینہ آپ کو ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حال کے لیے جایا کرتا ہے اور دُور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے۔[1]

جواب:- اس واقعہ میں تو آپ کے ارشاد مبارک سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کا عملی ثبوت ہے اور عملی ثبوت آپ نے اس موقع پر اس واسطے دیا تاکہ قرآن مجید کے ارشاد لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ میں داخل نہ ہوں۔ نہ کہ آپ تحقیق حال کے لیے گئے اور نہ ہی آپ نے واپس آکر اپنی تحقیق سے اہلِ مدینہ کو آگاہ کیا اصل روایت یہ ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ اَوْ كَانَ فِيْهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى۔[2]

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ

[1] بلفظہٖ تنویر النواظر ص۵۵۔ [2] بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۰۱۔

کو گھبراہٹ ہوئی پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر پایا۔ پس اس کے بعد کبھی اس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جہاں سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت تو خادموں کے عیب ختم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہٰذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پر دلالت نہیں کرتا۔

دسواں اعتراض:۔ مسلم شریف جلد ۲ ص۱۰۱ کہ حضرت حذیفہ کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔

جواب:۔ اس حدیث پاک سے تو انتظام سلطنت کے اصولوں کی تعلیم ثابت ہوتی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام علالت میں برابر تین دن جبریل علیہ السلام کو دریافت حال کے لیے بھیجنا حدیث شریف سے ثابت ہے اس کا کیا جواب ہوگا اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے لہٰذا جبریل علیہ السلام کے بھیجنے میں کوئی حکمت تلاش کرنی چاہیئے تو کہا جائے گا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا اور مطلع علی الغیب ہونا بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دشمنوں کے حالات کے نامعلوم ہونے پر کوئی نص قطعی بھی پیش

نہیں کی جاسکتی لہٰذا یہاں کیوں نہ حکمت تلاش کی جائے جبریل علیہ السلام کے دریافت حال کے لیے آنے والی حدیث شریف علامہ حسن عدوی حمزاوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار صـ۲۵ پر نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے علماء وارثین اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر لائے ہیں۔

گیارہواں اعتراض: مسلم شریف ج ۲ صـ۳۳ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ہجرت کی بیعت کی وہ شخص دراصل غلام تھا۔ حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت نہیں لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کرسکتے وَلَمْ یَشْعُرْ اَنَّہٗ عَبْدٌ آنحضرت کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ غلام ہے جب اس کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہوگئی تو آپ نے دو غلام دے کر وہ ایک غلام خرید لیا۔ اس کے بعد آپ کسی سے بیعت نہیں لیا کرتے تھے حَتّٰی یَسْئَلَہٗ اَعَبْدٌ اَوْحُرٌّ تاوقتیکہ یہ نہ پوچھ لیتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔

جواب نمبر ۱:- نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا دانستہ طور پر کیا تھا تاکہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید وفروخت کا جواز ثابت کریں۔ جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔

جواب نمبر ۲:- وَلَمْ یَشْعُرْ اَنَّہٗ عَبْدٌ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے۔ جبکہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پر راوی کو کیسے اطلاع ہوئی اگر راوی کے لیے باطن پر اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے

بدرجہ اولیٰ تسلیم کرنی ہوگی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا۔ وہ اس لیے تھا کہ لوگ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیئے جائیں۔

بارہواں اعتراض:۔ منافقین مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مابور نامی ایک غلام سے متہم کر دیا۔ یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت کو بھی یقین ہوگیا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلوار دی اور غیرت میں آکر فرمایا۔ مابور جہاں ملے اس کو قتل کر دینا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد تھا حضرت علی کو کیا بہت حق کہ وہ اس میں پس و پیش کرتے آخر تلاش کرتے کرتے مابور کا سراغ نکال ہی لیا۔ وہ بیچارہ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا حضرت علی نے جب اس کو پکڑ کر کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا تہ بند کھل گیا۔ وہ ننگا ہوگیا حضرت علی نے دیکھا کہ لَمْ یَخْلُقِ اللّٰہُ لَہٗ مَا لِلرِّجَالِ اللہ تعالےٰ نے فطرۃً اس کا آلہ تناسل ہی پیدا نہیں کیا۔ حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلشَّاھِدُ یَرٰی مَا لَا یَرٰی الْغَائِبُ یعنی حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔[1]

جواب:۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ یہ صرف افواہ ہی ہے حقیقت اس کی کچھ نہیں اور نہ تو اس خبر کو زور نہ پکڑنے دیتے ابتداء میں ہی

---

[1] :۔ تسویۃ النواظر صفحہ ۹۔

حکم فرما دیتے، بتاخیر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

جواب :۔ اگر بقول خان صاحب آپ کو یقین آگیا تھا، حالانکہ یہ نفلہ خان صاحب کا بہتان ہے بہرحال زنا کا مقدمہ بغیر عینی شہادتوں کے یا بغیر زانی کے اقرار کے کیونکر فیصلہ پایا پھر سزا طرفین کو کیوں نہ سنائی گئی، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یقین آجانے کے بعد بھی ماریہ سزا کی مستحق نہ تھی۔ مابور اکیلے کو کیوں واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت امر کی اطلاع تھی صرف اظہار براۃ کے لیے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تلوار دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار براۃ فرما دیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا ہے اس لیے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب براۃ حرم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الریبہ میں لایا گیا ہے۔

علّامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں

قِيلَ لَعَلَّهٗ كَانَ مُنَافِقًا، مُسْتَحِقًّا لِلْقَتْلِ بِطَرِيقٍ آخَرَ وَجَعَلَ هٰذَا مُحَرِّكًا لِقَتْلِهٖ بِنِفَاقِهٖ وَغَيْرِهٖ لَا بِالزِّنَا وَكَفَّ عَنْهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِعْتِمَادًا عَلٰى اَنَّ الْقَتْلَ بِالزِّنَا وَقَدْ عَلِمَ اِنْتِفَاءَ الزِّنَا[1]

ترجمہ :۔ یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وُہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ

[1] مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۶۹۔

سے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل نہ کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہٰذا وہ مفقود ہے۔

اور آخری جواب یہ ہے کہ یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ [1]۔

میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الٰہی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقتِ حال سے باخبر تھے بے خبر نہ تھے۔

باقی رہا آپ کا ارشاد اَلشَّاھِدُ یَرٰی مَا لَا یَرَی الْغَائِبُ یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تیرہواں اعتراض :-

مسلم شریف ج ۲ ص ۷۱ ایک لونڈی نے زنا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دو۔ وہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس میں ہے انہوں نے اس کو سزا نہ دی کہ حالت نفاس میں سزا درست نہیں......

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ لونڈی کے ہاں بچہ ہوا ہے۔

جواب :- اس حدیث میں عدم علم کی کونسی دلیل ہے بلکہ اس میں تو اس

---

[1] :- القرآن۔

مسئلہ کی تعلیم ہے کہ باندی زانیہ اگرچہ حالت نفاس میں ہو یا بیمار اس پر حد کا حکم جاری کیا جائے البتہ حد میں تاخیر کی جائے گی اس کے پاک یا تندرست ہونے تک۔

چودہواں اعتراض مسلم شریف جلد ۲ صـ ۱۹۹ ایک مرتبہ ایک کُتّا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے گھس گیا۔ آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کُتّا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کُتّا گھر میں کب داخل ہوا ہے اُنہوں نے عرض کیا خُدا کی قسم مجھے علم نہیں۔ آپ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو علم ہوتا۔[1]

جواب:۔ آپ کا سوال صرف اظہار ناراضگی کی بنا پر تھا اور مُراد آپ کی یہ تھی کہ کُتا کیوں گھر رہنے دیا گیا۔ اسی لیے سیدہ عائشہ نے قسم کھائی۔ اگر آپ کے سوال میں اظہارِ ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قسم کھانے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب داخل ہوا ہے لہٰذا خان صاحب کا سوال صرف کم فہمی کی بنا پر ہے۔

پندرہواں اعتراض:۔ مستدرک ج ۲ صـ ۱۲۳ حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قریظہ میں مجھے بھی صحابۂ کرام نے گرفتار کیا۔ چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا تھا میرے بارے میں صحابہ کو تردد ہوا کہ آیا میں بالغ ہوں یا نابالغ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ایک مخصوص طریقے سے دیکھو۔ چنانچہ ان کا معائنہ ہوا تو وہ نابالغ نکلے اس لیے ان کو قتل نہ

[1] :۔ تنویر النواظر صـ ۹۱۔

کیا گیا، حاضر و ناظر کو کیا مصیبت ہے کہ بغیر کسی اشد مجبوری کے ایسے معائنہ کرنے کی اجازت دیتا ہے[1]

جواب :۔ معترض کی حماقت قابل داد ہے کہ صحابہ کے تردد کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل بنایا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اس وقت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے علم کی بنا پر ان کو بتا دیتے اور اگر بعد میں تنہا صحابہ کو ایسا امر پیش آتا تو پھر وہ کیا کرتے۔ چونکہ معاملہ بڑا اہم تھا ایک جان کے قتل کرنے کی بات تھی۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو ایک خاص طریقہ کی تعلیم فرما دی۔

اسی طرح علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول اُنْظُرُوْا اَیْنَ هُوَ سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں مَنْ اَحَسَّ الْفَتَی الدَّوْسِیَّ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل پکڑنا بھی حماقت ہے کیونکہ یہ گفتگو عام عادت انسانی کی بنا پر تھی۔

اعتراض :۔ ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا کیا خیبر کی ساری کھجوریں اسی قسم کی ہوتی ہیں صحابی نے کہا نہیں خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں[2]

جواب :۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال میں استفہام انکاری ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقصود تھی۔ تیسرے وہ اہل خیبر

---

[1] :۔ تنویر النواظر صہ ۶۱۔ [2] :۔ بخاری شریف جلد ۱ صہ ۲۹۰۔

ان کھجوروں کو نا جائز طریقے سے خریدتے تھے جو کر سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خریدا کرو۔

سبحان اللہ عالم ماکان و ما یکون کی کوئی حرکت بھی حکمت سے خالی نہ تھی۔ اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی؟ لیکن کور باطن کو آپ کے اعمال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے۔ حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثَۃِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا [1]

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بیچو دیگر کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے خریدو۔

اعتراض:۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا ایک دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا۔[2]

---

[1]:۔ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۹۱۔ [2]:۔ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۴۴۔

نوٹ :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم علم منصوص ہے۔

جواب :- ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں سوائے خان صاحب کی جہالت کے اور کچھ بھی منصوص نہیں کیونکہ حدیث کی عبارت میں یوں ہے۔

لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَكَلْتُهَا۔

ترجمہ :- اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا۔

یعنی میرا نہ کھانا اسی وجہ سے ہے کہ یہ صدقہ کی ہے کیونکہ لولا کا استعمال شک کے لیے نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ[1]

یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کا فضل نہ سنبھالتا تو ایک چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے، گویا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل نے ان کو سنبھالا اس لیے اُن کو میدان میں نہ چھوڑا گیا بلکہ سرفراز فرمایا گیا الفاظ کے اعتبار سے حدیث کی عبارت اور قرآن مجید کی عبارت میں کوئی فرق ہے فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی کھانا آتا تو آپ بغیر تحقیق کے نہ تناول فرماتے یہ بھی تعلیم اُمت کے لیے تھا کہ کھانے سے پہلے خوب تحقیق کر لو کہ آیا یہ کھانا تمہارے لیے جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حلال اور طیب کھانا کھانے کی تاکید فرمائی ہے۔

قارئین حضرات :- طائفہ وہابیہ نجدیہ کے اعتراضات سے ہم اس نتیجہ

---

[1] :- پ ۲۹ القلم ع ۲ آیت ۴۹۔

پر پہنچے ہیں کہ یہ طائفہ اُس وقت خوش ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لاتے اور تمام معاملات دنیاوی کو اپنے علم اور عرفان پر مبنی رکھتے ہوتے انجام دے کر دُنیا سے رُخصت ہو جاتے اور پیچھے آنے والوں کے لیے کوئی اُسوۂ حسنہ نہ چھوڑتے اور مخلوقِ خدا ہر معاملہ میں پریشان حال پھرتی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نصیب نہ ہوتا اور نہ آپ کی اتباع کامل کسی کو نصیب ہوتی نہ یہ اولیاءِ کرام ہوتے جو کہ صراطِ مستقیم کے لیے نشانِ راہ ہیں نہ کُتب احادیث ہوتیں جو کہ قرآن کی قولی اور فعلی تفاسیر ہیں۔ مخلوقِ خدا کو اس طائفہ وہابیہ کے ہی رحم پر ڈال دیا جاتا جن کے ایک غوث (رشید احمد گنگوہی) کی یہ شان ہے کہ بھرے مجمع میں معشوق کو ساتھ لٹا لیتے[1] اور رات کو خواب دیکھتے تو مردوں کے ساتھ ہمبستری کا دیکھتے[2] اگر یہ سب کچھ ہوتا تب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلع علی الغیب بھی مانے جاتے اور حاضر و ناظر بھی۔ چونکہ اب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر معاملہ میں اپنا اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں لہٰذا نہ مطلع علی الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر۔

تَمَّتِ الْبَابُ الثَّانِیْ بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی وَبِفَضْلِ
رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ
دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا ۔

---

[1] ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۳۳۹ ۔ [2] تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۲ ۔

تیسرا(۳) باب

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کی بنا پر خان صاحب گکھڑوی کو تحریر کا شوق تو لگ گیا۔ لیکن سلیقہ تحریر سے بالکل نابلد ہیں۔ اہل علم میں سے جو بھی کوئی ان کی کتاب کو پڑھے گا اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ کہ کلام میں ربط وضبط بالکل مفقود ہے۔ کلام کو موضوع سے خواہ کوئی تعلق اور نسبت ہو یا نہ ہو بس لکھ دینا ان کا کام ہے۔ چونکہ ہم جوابات دینے کے درپے ہیں اس لیے مجبوراً خان صاحب کی راہ ہی اختیار کی ہے تاکہ جوابات کو سوالات سے تحریری طور پر مطابقت ہو۔ خان صاحب اپنی کتاب کے تیسرے باب کو فقہاء کرام کی عبارتیں نقل کر کے یوں شروع فرماتے ہیں۔

رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِغَيْرِ شُهُوْدٍ فَقَالَ الرَّجُلُ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قَالُوْا يَكُوْنُ كُفْرًا لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَهُوَ مَا كَانَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ حِيْنَ كَانَ فِي الْاَحْيَاءِ فَكَيْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔[1]

ترجمہ:۔ ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کر (ہم خدا تعالیٰ اور اس کے

[1] :۔ فتاویٰ قاضی خان۔

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ کرتے ہیں، فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا کیسے جانتے ہیں۔

اس کی مثل دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی عبارتیں خان صاحب کو مفید اور ہمارے عقیدہ کو مضر نہیں، کیونکہ فقہاء کرام کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّہٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ

پہلا قرینہ :۔ قرینہ اس بات پر یہ ہے کہ ناکح کا عقیدہ یہ بھی تو ہے کہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب بالاستقلال ہی ہے تو گواہی میں تساوی مستلزم ہے عقیدہ میں تساوی کو یہ یقیناً کفر ہے۔

دوسرا قرینہ :۔ فقہاء کرام نے یعلم الغیب کے عقیدہ کو جو کفر کہا ہے اس کو اگر عام رکھا جائے تو یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِاِعْلَامِہٖ تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا بھی کفر ٹھہرتا ہے حالانکہ یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِاِعْلَامِہٖ تعالیٰ کے عقیدہ کو کفر کہنا خود کفر ہے کیونکہ قرآنی آیات کا انکار ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[1]

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

---

[1] پ ۲۹ الجن ع ۱۲ آیت ۲۶۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؁

ترجمہ:۔ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر مگر چنتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

لہٰذا اگر فقہاء کرام کی عبارات کی یہ توجیہہ نہ کی جائے تو قرآن مجید کا انکار لازم آتا ہے فھو کفرٌ صریحٌ پھر تو خان صاحب کی بھی خیر نہیں کیونکہ یہ اپنی کتاب تسویۃ النواظر کے ص۱۳ پر اقرار کر آئے ہیں کہ ایسے ایسے علوم و معارف و حقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ تو وہ کسی اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔ بلفظہٖ

اب خان صاحب سے سوال ہے کہ اگر فقہاء کرام کی عبارتوں کو علی الاطلاق رکھا جائے تو آپ دائرۂ اسلام سے خارج اور از وقت تحریر آج تک بیوی سے ہمبستری زنا اور اولاد حرامی اور تمہارے گرو اشرف علی صاحب جو کہ زید، عمر، بکر ہر صبی، مجنون، بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی علم غیب تسلیم کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ کہاں ہے؟

بلکہ سارے طائفہ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ سے سوال ہے کہ بعض علوم غیبیہ باطلاع اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مانتے ہو یا نہیں، اگر مانتے ہیں تو فقہاء کی عبارت کے عموم کے تحت کافر ٹھہرتے ہو اگر نہیں مانتے تو نصوص قرآنیہ کے تحت کافر ٹھہرتے ہو۔ لہٰذا ہماری کی ہوئی توجیہہ بغیر قبول کیے ان کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

؁:۔ پ۴ آل عمران ع۱۸ آیت ۱۷۹۔

ہمارا عقیدہ :۔ ہم اپنا عقیدہ پھر ایک مرتبہ واضح کر دیتے ہیں کہ اہلِ سنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعلام اللہ بعض عُلُوم غَیبِیَّہ جو کہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں اُن پر اطلاع رکھتے ہیں نہ آپ عالم بالذات ہیں اور نہ ہی آپ کا علم جمیع علوم غیبیہ کو محیط ہے پس یہ حق اور ثابت ہے اور یہ جو بعض کا کلم ہم نے تحریر کیا ہے یہ بعض بھی ایسا ہے کہ مخلوق کے نزدیک غیر متناہی اور عند اللہ متناہی ہے اور یہ ہم پر بہتان صریح ہے کہ ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم بالذات اور محیط کل مانتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ جمیع معلومات الہیہ کا احاطہ قطعاً محال ہے اور علماء اہلسنت کی تحریروں اور تفسیروں میں جو جمیع مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے عالم ہونے کا ذکر آتا ہے سو اس سے محیط کل لازم نہیں آتا بلکہ جمیع مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ میں ہی علوم الٰہیہ کو منحصر کرنا تو جہالت ہے ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں۔

عِلْمُ الْاَوْلِیَاءِ مِنْ عُلُوْمِ الْاَنْبِیَاءِ بِمَنْزِلَةِ قَطْرَةٍ مِنْ سَبْعَةِ اَبْحُرٍ وَعِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ عِلْمِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ وَعِلْمُ نَبِیِّنَا مِنْ عِلْمِ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ بِهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ[1]

ترجمہ :۔ اولیاء کا علم بمقابلہ انبیاء کے علم کے ایسا ہے جیسا سات سمندروں میں سے ایک قطرہ اور علم انبیاء بمقابلہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسا ہی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے علم کے ایسا ہی ہے۔

---

[1] :۔ شرح قصیدہ بردہ نور بخش توکلی ص ۱۳۲۔

مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے جملے سے یہ طائفہ وہابیہ اس لیے چڑتا ہے کہ یہ اللہ تعالٰی کے علم کو اسی میں منحصر جانتا ہے۔ اب بعض فقہاء کرام کی عبارت تکفیر کے بارے دیگر فقہاء کرام کا خیال ملاحظہ فرمائیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِی التَّاتَارْخَانِیَۃِ وَفِی الْحُجَّۃِ ذُکِرَ فِی الْمُلْتَقَطِ اَنَّہٗ لَا یَکْفُرُ لِاَنَّ الْاَشْیَاءَ تُعْرَضُ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الرُّسُلَ یَعْرِفُوْنَ بَعْضَ الْغَیْبِ قُلْتُ بَلْ ذُکِرَ فِیْ کُتُبِ الْعَقَائِدِ اَنَّ مِنْ جُمْلَۃِ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاءِ الْاِطْلَاعُ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ[1]

ترجمہ:۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ہے کہ صاحب ملتقط نے ذکر کیا ہے کہ اس قائل کی تکفیر نہ کی جائے۔ کیونکہ اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح مبارک پر اور یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیب جانتے ہیں۔ میں (یعنی علامہ شامی) کہتا ہوں بلکہ کتب عقائد میں یہ ذکر ہے کہ جملہ کرامات اولیاء میں سے اطلاع علی بعض الغیبات بھی ہے۔

اور مصنف تقدیس الوکیل عن توہین رشید و خلیل لکھتے ہیں۔

ہر چند اس میں بہت کلام ہے مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ رد المحتار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہ ہما میں بسند تاتارخانیہ و فتاوٰی حجۃ و ملتقط وغیرہا سے تصریح ہے۔ اِنَّ بِدَایَۃَ التَّکْفِیْرِ ضَعِیْفَۃٌ غَیْرُ صَحِیْحَۃٍ لِاَنَّ

---

[1] شامی جلد ۳ صفحہ ۲۸۳۔

الاَشْيَاءَ تُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْرِفُ بَعْضَ الْغَيْبِ بِاِعْلَامٍ مِنْهُ بِدَلِيْلِ اٰيَتِ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ بَلِ الْاِطِّلَاعُ عَلٰى بَعْضِ الْغُيُوْبِ مِنْ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ هٰذِهٖ خُلَاصَةُ مَا فِيْ رَدِّ الْمُحْتَارِ وَالطَّحْطَاوِيِّ وَهٰكَذَا فِي الْمَجْمُوْعَةِ الْخَانِيْ وَغَيْرِهَا۔

یعنی روایت تکفیر ضعیف ہے صحیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور باعلامِ الٰہی بعض غیب جانتے ہیں، بدلیل اس آیت مذکورہ کے بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے۔

کیوں جی خان صاحب اگر عبارت کی توجیہہ بھی نہ کی جائے تو ایسی روایت جس کو فقہاء نے ضعیف کہا ہو سے مسلمانوں پر حکم کفر صادر کرنا کہاں کی ایمانداری ہے، بلکہ ابن نجیم تو فرماتے ہیں۔

اَلْكُفْرُ شَيْءٌ عَظِيْمٌ فَلَا اَجْعَلُ الْمُؤْمِنَ كَافِرًا مَتٰى وَجَدْتُ رِوَايَةً لَا يَكْفُرُ[1]

ترجمہ:۔ کفر ایک بڑی بات ہے پس مسلمان کو کافر نہ بناؤ جبکہ تو اس کے عدمِ تکفیر کی روایت پائے۔

پھر فرماتے ہیں۔

لَا يُفْتٰى بِتَكْفِيْرِ مُسْلِمٍ اَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهٖ عَلٰى مَحْمَلٍ حَسَنٍ اَوْ كَانَ فِيْ كُفْرِهٖ اِخْتِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيْفَةً[2]

ترجمہ:۔ نہیں فتویٰ دیا جائے گا مسلمان کی تکفیر کا اگر اس کے کلام کو اچھے محمل

[1] بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۵۔ [2] بحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۵۔

پر حمل کیا جانا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ روایت اختلاف ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

فقیہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تصریحات کے بعد روایت تکفیر کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور علامہ شامی اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہما کی بات بالکل حق اور صحیح ثابت ہوئی۔

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا جواب۔

مُلا علی قاری نے مسایرہ کی جو عبارت نقل کی ہے کہ

ذَکَرَ الْحَنَفِیَّةُ تَصْرِیْحًا بِالتَّکْفِیْرِ بِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ۔

ترجمہ:۔ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام علم غیب جانتے ہیں یہ عقیدہ کفر ہے۔

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ کیونکہ اس عبارت سے پہلے علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یَعْلَمُوا الْمُغَیَّبَاتِ مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا مَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی[1]

ترجمہ:۔ جان تو کہ انبیاء اشیاء غیب کو نہیں جانتے مگر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلایا ہو۔

ثابت ہوا العلم الغیب بالاستقلال کا عقیدہ ہی کفر ہے۔

اس مقام پر خان صاحب کی ایک اور حماقت ملاحظہ ہو۔

---

[1] :۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵۔

آپ فرماتے ہیں، ذاتی اور عطائی کا قصہ چھیڑنا ہی بیکار اور باطل ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالےٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق مانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلکہ دیگر بزرگوں کو عطائی طور پر الٰہ اور خالق تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا؟ [1]

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ:۔

کوئی صاحب علم اور عقل سلیم بھی ایسی لچر باتیں لکھ سکتا ہے؟

جہلاء کی ایسی خرافات کا جواب بھی اہل علم پر ضروری ہے؟

ہم خان صاحب سے صرف اتنی گذارش کرتے ہیں کہ اگر آپ صفت الوہیت کا عطائی طور پر ملنا یا اللہ تعالیٰ کا الوہیت عطا فرمانے کا اقرار کرنا ثابت کردیں جیسا کہ علم غیب عطا کرنے کا اقرار قرآن مجید میں موجود ہے تو کسی میں صفت الوہیت عطائی تسلیم کرنا عین ایمان ہوگی۔ ورنہ تو آپ کا یہ قیاس مع الفارق اور سراسر شیطانی ہوگا۔

خان صاحب نے مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی دامت برکاتہ پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عرض اعمال کی صحیح سند کے ساتھ کونسی متواتر حدیث موجود ہے؟ [2]

ہم عرض کرتے ہیں کہ سوال صرف کم علمی کی بنا پر کیا ہے ورنہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ [3]

ترجمہ:۔ عنقریب دیکھے گا اللہ تعالےٰ تمہارے عمل اور اس کا

---

[1]:۔ تسوید النواظر ص ۶۲۔ [2]:۔ تسوید النواظر ص ۶۳۔

[3]:۔ پ ۱۱ توبہ ع ۱۳ آیت ۹۴۔

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دیکھو ایک ہی فعل ہے اور فاعل دو، جیسا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے گا ویسا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صرف قدرت رویت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعطاء اللہ تعالیٰ کم از کم اس آیت سے عرض اعمال تو ضرور ثابت ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ [1]

ترجمہ: گراں گزرتی ہے آپ پر تمہاری تکلیف۔

اس آیت سے بھی اول تو مشاہدہ اعمال ورنہ عرض اعمال تو یقیناً ثابت ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں کیا خان صاحب کو اب بھی حدیث متواتر کی تلاش باقی رہے گی اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ اپنی کتاب میں کتنی احادیث متواترہ لائے ہیں۔ (جواب ندارد)

خان صاحب کی لن ترانی یعنی اعتراض: فرماتے ہیں:

ہم فریق مخالف کو دعوت فکر دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلّم فقہاء احناف کی دو شہادتیں بلکہ ایک ہی شہادت اور حوالہ پیش کر دے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتا یا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آپ کو ہر عقد نکاح کا علم نہیں یا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں یا آپ کو علم غیب کلی عطا نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ [2]

---

[1] پ ۱۱ توبہ ۱۶ آیت ۱۲۸۔ [2] تنقید التواظر ص ۳۔

جواب :۔ ہم بات کو طول نہیں دیتے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں، کہ خان صاحب صرف اتنا کہہ دیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض علوم غیبیہ پر اطلاع نہیں (جس میں ما کان و ما یکون داخل ہے) دی۔ پھر دیکھیں کہ کتنی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ فقہاءِ کرام کوئی خان صاحب کی مانند نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکم تکفیر کہاں کہاں جاری ہوتا ہے۔

اعتراض :۔ یہ باب خان صاحب نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں۔

قَالَ عُلَمَاءُنَا مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ۔

ترجمہ :۔ ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

جواب :۔ اس عبارت کی بہت سی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔

اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ جملہ اسمیہ ہے جو کہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور ہر وقت ہر جگہ بھی مفہوم ہے اور جمیع مشائخ بھی مراد ہیں۔ سو وجہ تکفیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا یعنی اللہ جانتا ہے اس کی جگہ حیات میں اور بعد الموت کے۔ لہٰذا قائل ایک ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جو مغیبات میں سے ہے۔ لیکن اس عبارت کو اس بات پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کی بھی روح مبارک کسی وقت کسی جگہ بھی حاضر نہیں ہو سکتی۔

علامہ حسن العدوی الحمزاوی فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ لِلْاَوْلِیَآءِ فِی الْبَرْزَخِ الْاِنْطِلَاقَ وَالسَّرَاحَ لِاَرْوَاحِهِمْ بَلْ لِاَشْبَاحِهِمْ كَمَا حَقَّقَهٗ عُمْدَةُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَلَیْثُ الْعَارِفِیْنَ الَّذِیْ كَانَ یَجْتَمِعُ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْظَةً اَلْمُحَقِّقُ سَیِّدِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ جَمْرَةَ۔[1]

ترجمہ:۔ پس بیشک اولیاء کی ارواح کے لیے عالمِ برزخ میں آزادی ہے بلکہ اُن کے اجسام کے لیے بھی جیساکہ تحقیق فرمائی ہے عمدۃ المحدثین اور لیث العارفین جو ملتے تھے نبیِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالتِ بیداری میں محقق سیّدی عبداللہ بن جمرۃ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔

تَمَّتِ الْبَابُ الثَّالِثُ بِحَوْلِ رَبِّهٖ تَعَالٰی وَبِكَرَمِ رَسُوْلِهِ الْمَاْمُوْنِ عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا یَكُوْنُ لَیْسَ عَطَاءُ رَبِّهٖ بِمَحْظُوْرٍ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

[1] مشارق الانوار ص ۹۱۔

چوتھا باب

اس باب میں خان صاحب نے اہل سنت کے دلائل حاضر و ناظر کا جواب دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے مگر ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑا اور آیات قرآنیہ کے شانِ نزول اور مقدم اور مؤخر کی لایعنی بحث چھیڑی ہے۔ اہلِ سنت و جماعت کے دلائل مسئلہ حاضر و ناظر پر مندرجہ ذیل ہیں۔

آیت نمبر ۱:۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط[1]

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم نے تمہیں عادل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

خان صاحب نے اس آیت مبارک میں اُمَّةً وَّسَطًا کا ترجمہ بہتر امت کیا ہے۔[2]

آیت نمبر ۲:۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ[3]

ترجمہ:۔ پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں

---

[1]:۔ پ البقرہ ع آیت ۱۴۳۔ [2]:۔ تنویر الخواطر ۸۱۔

[3]:۔ پ النساء ع آیت ۴۱۔

گے اور آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے۔

آیت نمبر ۳:۔ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ[١]

ترجمہ:۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت نمبر ۴:۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا[٢]

ترجمہ:۔ اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیشک بھیجا ہے ہم نے آپ کو گواہ۔

آیت نمبر ۵:۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا[٣]

ترجمہ:۔ بیشک بھیجا ہے ہم نے تمہاری طرف رسول گواہ۔

تمام عربی لغات میں شاھد شہید کا معنی گواہ دیکھنے والا ہی کیا گیا ہے امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ[٤]

ترجمہ:۔ حاضر ہونا اور گواہی کے معنی موجودگی بمعہ مشاہدہ ہے اور مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔

پھر فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ بِالْحُضُوْرِ الْمُجَرَّدِ اَوْلٰى وَالشَّهَادَةُ

---

[١] :۔ پ ۲ ع ۱۰ ۔ [٢] :۔ پ ۲۲ احزاب ع ۲ آیت ۴۵۔

[٣] :۔ پ ۲۹ مزمل ع ۱۲ آیت ۱۵۔ [٤] :۔ مفردات راغب ص ۲۲۹۔

مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اَوْلٰی [۱]

ترجمہ:۔ موجودگی میں صرف حاضر ہونا ہی اولیٰ ہے اور شہادت میں گواہی مع المشاہدہ اولیٰ ہے۔

ثابت ہوا کہ گواہی میں اولیٰ اور افضل گواہی مع المشاہدہ ہی ہے اور یہ اصل معنی ہیں شہید کے اور شہادت بالتسامع اس سے کم مقام رکھتی ہے۔

فقہاء کرام نے یہ معنی ہی بیان فرمائے ہیں۔ فقیہہ شمس الدین بن محمد خراسانی فرماتے ہیں۔

اَلشَّهِيْدُ مِنَ الشُّهُوْدِ اَيِ الْحُضُوْرِ اَوْ مِنَ الشَّهَادَةِ اَيِ الْحُضُوْرِ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ بِالْبَصَرِ وَالْبَصِيْرَةِ [۲]

ترجمہ:۔ شہید یا شہود بمعنی حاضر سے ہے یا شہادت بمعنی حاضر مع المشاہدہ سے ہے مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے۔

پھر فرماتے ہیں۔

اَلشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ بِالْبَصَرِ اَوِ الْبَصِيْرَةِ كَمَا فِي الْمُفْرَدَاتِ [۳]

ترجمہ:۔ شہادت بمعہ مشاہدہ حاضر ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ مفردات امام راغب میں ہے۔

در المختار میں ہے۔

شَرَائِطُ التَّحَمُّلِ ثَلٰثَةٌ اَلْعَقْلُ الْكَامِلُ وَقْتَ التَّحَمُّلِ

---

[۱] :۔ مفردات امام راغب ص ۲۶۹۔ [۲] جامع الرموز جلد ۱ ص ۱۲۹۔

[۳] جامع الرموز جلد ۲ ص ۳۸۳۔

اَلْبَصَرُ وَمُعَايَنَةُ الْمَشْهُوْدِ بِهٖ اِلَّا فِيْمَا يَثْبُتُ بِالتَّسَامُعِ۔ (رد المختار کتاب الشہادۃ)

ترجمہ :۔ تحمل شہادت کی تین شرطیں ہیں وقت تحمل عقل کامل ہونا اور بصر کا ہونا (یعنی اندھا نہ ہو) اور مشہود بہ کا معائنہ کرنا مگر اُن بعض امور میں جن میں تسامع سے شہادت ثابت ہو جاتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

لَا يَشْهَدُ اَحَدٌ بِمَا لَمْ يُعَايِنْهُ بِالْاِجْمَاعِ اِلَّا فِيْ عَشَرَةٍ۔

ترجمہ :۔ اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر معائنہ کے گواہی نہ دی جائے مگر دس امور ایسے ہیں کہ ان میں گواہی سُنی سنائی بھی مقبول ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ

لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْاَعْمٰى[1]۔

ترجمہ :۔ نابینا کی گواہی مقبول نہیں۔

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ گواہی میں اصل حاضری بمعہ معائنہ ہی ہے اور یہ گواہی ہر باب میں مقبول ہے۔ بخلاف سُنی ہوئی گواہی کے کیونکہ وُہ صرف چند بابوں میں مقبول باقی سب میں مردود ہے اور خاں صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ قدوری میں ہے کہ گواہ کے لیے درست نہیں کہ بن دیکھے کسی چیز کی شہادت دے مگر نسب، موت، نکاح، جماع، قاضی اور جج کی تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی درست ہے[2]۔

---

[1] :۔ قدوری ص ۲۱۴۔ [2] :۔ تسویۃ النواظر ص ۱۱۲۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا يَجُوْزُ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَّشْهَدَ بِالْاِشْتِهَارِ وَذَالِكَ بِالتَّوَاتُرِ أَوْ إِخْبَارِ مَنْ يَّثِقُ بِهٖ[1]

ترجمہ:۔ یعنی جو چیز کہ تواتر کی وجہ سے مشہور ہو جائے یا کسی ثقہ اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے دے۔

ان مذکورہ حوالوں سے بھی یہ ظاہر ہے کہ سُنی سنائی گواہی کا مقام جواز ہی ہے اور افضل واولیٰ گواہی بعد معائنہ ہی ہے۔

سو جب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو جزوی واقعات خواہ کیسے ہی ہوں اُن کے ساتھ قرآن کریم سے معارضہ درست نہیں خان صاحب کو چاہیئے کہ جس طرح اہل سُنّت کے پاس قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیلیں موجود ہیں اسی طرح وہ بھی مقابلہ میں قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلائل پیش کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہد نہیں ہیں۔ واقعات سے کھینچا تانی کر کے ہرگز آپ کامیابی کا منہ نہ دیکھیں گے اور قرآن کریم کی آیت لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ جو کہ صحابہ کے بارے میں ہے یہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ صحابہ کرام کی یہ گواہی شہادت بالتسامع کے قبیل سے ہے اس سے شہادت کا مفہوم اصلی مراد لینا محض نادانی ہے کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ صحابہ کرام انبیاء سابقین کے وقت موجود نہ تھے۔ لہٰذا یہ شہادت مع المشاہدہ کیسے ہو سکتی ہے اور منکرین تبلیغ

---

[1] تسوید النواظر صـ ۱۱۲۔

کا روزِ قیامت صحابہ پر سوال کرنا کہ تم تو ہمارے وقت میں موجود ہی نہ تھے تو گواہی کیسی اور اللہ تعالےٰ کا منکرین کی اس جرح کو مقبول رکھتے ہوئے صحابہ سے اپنی سچائی پر گواہی کا مطالبہ کرنا یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ گواہی میں حاضری بمعہ معائنہ ہی اصل ہے ورنہ منکرین کو جرح کا موقع ہی نہ دیا جاتا یا اُن کی جرح کو مسترد کیا جاتا۔ لہٰذا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ کے ساتھ معارضہ بے شعوری ہے۔

اور حضرت خزیمہ بن ثابت کا واقعہ بھی خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ حضرت خزیمہ کی شہادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (بِمَ تَشْهَدُ) تم کیسے شہادت دیتے جب تم وقتِ بیع موجود ہی نہ تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ گواہی میں اصل حضور مع المشاہدہ ہی ہے۔

پس بحمدہٖ تعالیٰ قرآن، حدیث شریف، فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ گواہی میں اصل موجودگی بمعہ معائنہ ہی ہے، اس اصل مفہوم کے اعتبار سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت مع المشاہدہ ثابت ہوئی کیونکہ اصل سے عدول بلا وجہ ہرگز ہرگز جائز نہیں جب تک کوئی دلیل قطعی اور قطعی الثبوت ہمیں مفہوم اصلی سے عدول پر مجبور نہ کرے ہرگز عدول نہ کیا جائے گا۔ لفظ شاہد جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے آیا اس لفظ کو اپنے اصل معنیٰ پر قائم رکھنے سے نہ تو کوئی دلیل قطعی مانع ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آتا ہے۔

چونکہ مشاہدہ کے دو طریقے ہیں مشاہدہ بالبصر اور مشاہدہ بالبصیرۃ۔ پہلے کی یہ صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم اطہر کے ساتھ خود ہر جگہ موجود ہو اور مشاہدہ بالبصر فرمادیں دوسرے کی صورت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام مبارک سے ہی بچشم بصیرت سے معائنہ فرمادیں۔ دونوں صورتیں عقلاً

اور نقلاً جائز اور ممکن ہیں۔

صورت اول یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشاہد بالبصر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک سے ہر جگہ حاضر ہونا۔ نقلاً اور عقلاً جائز ہے۔ اس کے متعلق الامام العلامۃ الشیخ علی نورالدین الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ فرماتے ہیں۔

دلیل اول۔ فَمِنَ الدَّلِيْلِ النَّقْلِيِّ مَا رَوَيْنَا فِيْ مَوَالِيْنَا الصَّحِيْحَةِ فِيْ سَنَدِهَا الثَّابِتَةِ الرَّجِيْحَةِ كَمَا هُوَ ثَابِتٌ عِنْدَ جَمِيْعِ الْحُفَّاظِ وَعِنْدَ جَمِيْعِ اَهْلِ الْمَعَانِيْ وَالْاَلْفَاظِ مِنْ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ رَاٰى اَخَاهُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمًا يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ وَجَاءَ نَبِيُّنَا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَرَاٰهُ اَيْضًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَلّٰى مُوْسٰى خَلْفَهٗ مُقْتَدِيًا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَقَهٗ وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَوَجَدَهٗ فِيْهَا اَوْ فِيْ غَيْرِهَا۔ فَاِنْ كَانَ هٰذَا مُوْسٰى وَهُوَ دُوْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّتْبَةِ فَنَبِيُّنَا بِكَوْنِهٖ مَوْجُوْدًا فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَكَوْنِهٖ مُقِيْمًا فِيْ قَبْرِهٖ اَجْدَرُ وَاَحَقُّ وَاَحْرٰى وَاَوْلٰى

مَنْقُوْلًا مِنَ الرِّسَالَةِ الْمُسَمّٰى بِتَعْرِيْفِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ

مَکَانٌ وَّلَا زَمَانٌ) لِثُبُوْتِ الدِّیْنِ الْحَنِیْفِیِّ الَّتِیْ مُنْدَرِجَۃٌ فِی الْکِتَابِ ۔ سلہ

ترجمہ:۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے جو کہ صحیح کتب احادیث میں موجود ہے اور تمام حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہلے ہی موجود پایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہیں چھوڑ کر چلے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درجے میں بہت بلند ہیں کا یہ حال ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر انور میں بھی تشریف فرما ہونا حق اور بدرجہ اولیٰ ہے۔

دلیل دوم:۔ دوسری دلیل نقلی یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرشتے قبر کے اندر صاحب قبر کے پاس حاضر ہوتے رہیں جن میں سے ایک کا نام نکیر ہے اور یہ دونوں فرشتے ایک ہی وقت بیشمار جگہوں پر بیشمار قبروں میں موجود ہوتے لہٰذا نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ حاضر ہونا کوئی محال نہیں بلکہ منکر نکیر والی احادیث سے ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر ہونا بھی ثابت ہے۔

سلہ (جواہر البحار) لیوسف بن اسماعیل النبہانی الجلد الثانی ص۔

علامہ حلبی مرحوم فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْمَلَکَیْنِ یَقُوْلَانِ لِلْمَقْبُوْرِ مَا تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ وَ اِسْمُ الْاِشَارَۃِ لَا یُشَارُ بِہٖ اِلَّا لِحَاضِرٍ ھٰذَا ھُوَ الْاَصْلُ فِیْ حَقِیْقَتِہٖ مَعْنًا وَ اَمَّا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ اَنَّہٗ اَنْ یَّکُوْنَ حَاضِرًا ذِھْنًا فَلَا سَبِیْلَ اِلَیْہِ ھٰذَا لِاَنَّا نَقُوْلُ لَہٗ مَا الَّذِیْ دَعَا اِلَی التَّجَوُّزِ وَالْعُدُوْلِ عَنِ الْحَقِیْقَۃِ اِلٰی ذٰلِکَ فَوَاجِبٌ اَنْ یَکُوْنَ حَاضِرًا بِجَسَدِہِ الشَّرِیْفِ بِلَا کَلَامٍ[1]

ترجمہ:۔ دونوں فرشتے صاحب قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تو اس شخص کے حق میں کیا کہتا ہے اور ہذا اسم اشارہ ہے جس سے حاضر کی طرف ہی اشارہ کیا جاتا ہے اور یہ ہی اصل اور حقیقی معنی ہیں، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ مسئول کے ذہن میں حاضر ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی سے تجوز اور عدول کی کونسی دلیل ہے پس واجب ہے کہ آپ اپنے جسم پاک سے ہی حاضر ہوتے ہیں، اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔

ان دونوں نقلی دلیلوں کا کوئی اہل علم نافع اور عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا ہے اب رہا براہین عقلیہ اس صورت اول پر وہ بھی ہم عرض کر دیتے ہیں جن کے بعد کسی انسان کے لیے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و ناظر تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

دلیل اول:۔ موجودات میں سے کسی کو بھی اس بات کا انکار نہیں ہے

[1] :۔ جواہر البحار جلد ۲ ص ۱۹۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات کی روح ہیں، کیا باوجود زندہ ہونے کے انسان کے بدن کا کوئی جز روح سے خالی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ موجودات کا کوئی جز بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خالی نہیں۔

دلیل دوئم :۔ علامہ علی نورالدین حلبی فرماتے ہیں،

حَکَی الْجَلَالُ السُّیُوْطِیُّ وَغَیْرُہٗ فِی الْکِتَابِ الْمَذْکُوْرِ (یَعْنِیْ تَنْوِیْرَ الْحَلَکِ بِاِمْکَانِ رُؤْیَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمَلَکِ) وَغَیْرُہٗ اَنَّ الْعَارِفَ اَبَا الْعَبَّاسِ الطَّنْجِیَّ قَالَ ذَھَبْتُ اِلَی الْاُسْتَاذِ اَحْمَدَ الرِّفَاعِیِّ لِیُسَلِّکَنِیْ فَقَالَ لِیْ ھَلْ عَرَفْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْھَبْ اِلٰی شَیْخِکَ عَبْدِ الرَّحِیْمِ الْقَنَاوِیِّ لِیُعَرِّفَکَ بِہٖ لِیَصِحَّ لَکَ السُّلُوْکُ قَالَ فَذَھَبْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ لِیْ اِذْھَبْ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ یَکْشِفُ لَکَ عَنْ ذَالِکَ فَلَمَّا جِئْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ کَشَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ بَصَرِیْ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلَأَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَمَلَأَ سَمَاوَاتِ الْاَقْطَارِ وَالْاَکْوَانِ [1]

ترجمہ :۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحلک میں اور دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارف ابوالعباس الطنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استاد احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مجھے طریقہ سلوک تعلیم فرمادیں آپ نے فرمایا کیا تو نے

---

[1] :۔ جواھر البحار جلد ۲ صـ ۱۱۴

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانتا ہے۔ جا اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس کر وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کرا دیں تاکہ تیرا طریقہ سلوک صحت کو پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں استاذ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف جا۔ وہاں تیرے لیے یہ انکشاف ہو جائے گا پس جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا دیا پس میں نے دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام آسمان اور زمینیں عرش اور کرسی اور تمام اطراف و کائنات پُر ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جلالت شان کسی اہل علم پر مخفی نہیں۔ عارف عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانے کے قطب ہیں، میزان کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

آپ کی وہ شخصیت ہے جن کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالت بیداری میں پچھتر مرتبہ اپنی ملاقات کا شرف بخشا ہے۔ اسی طرح اولیاء عارفین مختلف مقاموں پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے حالت بیداری میں مشرف ہوتے رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حجاب ہماری طرف سے ہے اپنے گناہوں کی بنا پر۔ ورنہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر جگہ موجود ہونے میں کوئی شک نہیں۔

کتاب الابریز میں ہے۔

سَمِعْتُ مِنْ بَعْضِ الثِّقَاتِ مِمَّنْ كَانَ يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَقْظَةِ يَقُوْلُ ذَهَبْنَا اِلَى الْحَجِّ

فَلَمَّا زُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَتْنِي حَالَةٌ وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ اَنِّي اَصِلُ اِلٰى مَدِيْنَتِكُمْ ثُمَّ اَرْجِعُ اِلٰى فَاسٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنْ كُنْتُ مَحْزُوْنًا فِي هٰذَا الْقَبْرِ فَمَنْ جَاءَ مِنْكُمْ فَلْيَبْقَ هٰهُنَا وَاِنْ كُنْتُ مَعَ اُمَّتِي حَيْثُمَا كَانَتْ فَارْجِعُوْا اِلٰى بِلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلٰى بِلَادِي[1]

ترجمہ:۔ سیدنا احمد بن المبارک السلجماسی فرماتے ہیں کہ سنا ہے میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالات بیداری میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور جب رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبرِ انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا خیال نہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر فاس کو لوٹ آؤں۔ تو قبرِ انور سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم جو یہاں آئے ہو یہاں پر ہی رہو۔ اگر میں اپنے اُمتی کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنے شہر فاس کو واپس آ گیا۔

اور علامہ نور الدین حلبی لکھتے ہیں کہ

كَانَ السَّيِّدُ اَبُو الْعَبَّاسِ الْمُرْسِيُّ يَقُوْلُ لَوْ حُجِبْتُ عَنْ رُؤْيَةِ

[1] کتاب الابریز ص ۲۴۳۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ؎۱

ترجمہ:۔ سیدنا ابو العباس مرسی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں آنِ واحد کے لیے بھی نبیٔ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں رہ جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہیں کرتا۔

یعنی سیدنا ابو العباس المرسی کا ایمان اور اسلام نبیٔ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر گھڑی دیکھنا ہی ہے، سو یہ بات پایہ یقین کو پہنچ گئی کہ حجاب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تسلیم کر لینے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ اولیاء عارفین کے اس باب میں اتنے واقعات ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

دوسری صورت یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشاہدہ بالبصیرت

اب رہی دوسری صورت کہ نبیٔ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جگہ خاص سے سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں یہ بھی "نقلاً" اور عقلاً جائز اور ممکن ہے۔

دلائل نقلیہ تو یہ ہیں کہ قرآنِ مجید میں ابلیس لعین کے بارے میں آیا ہے۔

اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؎۲

ترجمہ:۔ بیشک ابلیس اور اُس کا قبیلہ اس حیثیت سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے

؎۱:۔ جواہر البحار جلد ۲ ص ۱۱۔ ؎۲:۔ القرآن

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام روئے زمین اُس کے سامنے ایک طشتری کی طرح ہے۔ وُہ اپنے مقام سے ہی سب انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں۔ سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔

امام جلال الملۃ والدین، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت سی احادیث اور اقوال علماء، جو کہ حالت نیند اور بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

تَحَصَّلَ مِنْ مَجْمُوْعِ هٰذِهِ النُّقُوْلِ وَالْاَحَادِيْثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ وَاَنَّهٗ يَتَصَرَّفُ حَيْثُ شَاءَ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَفِي الْمَلَكُوْتِ وَهُوَ بِهَيْئَتِهِ الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا قَبْلَ وَفَاتِهٖ لَمْ يَتَبَدَّلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَاَنَّهٗ مُغَيَّبٌ عَنِ الْاَبْصَارِ كَمَا غُيِّبَتِ الْمَلَائِكَةُ مَعَ كَوْنِهِمْ اَحْيَاءً بِاَجْسَادِهِمْ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَفْعَ الْحِجَابِ عَمَّنْ اَرَادَ اِكْرَامَهٗ بِرُؤْيَتِهٖ رَاٰهُ عَلٰى هَيْئَتِهِ الَّتِيْ هُوَ عَلَيْهَا لَا مَانِعَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا دَاعِيَ اِلَى التَّخْصِيْصِ بِرُؤْيَةِ الْمِثَالِ۔[1]

ترجمہ: تحقیق اس مجموعہ نقول اور احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روح اور جسم کے ساتھ حیات

---

[1]: تنویر الحلک۔

میں اور یہ کہ آپ تصرف فرماتے ہیں جیسا چاہیں روئے زمین میں اور ملکوت میں اور آپ اُسی حالت پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے کچھ بھی آپ میں تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ آپ غائب ہیں نظروں سے جیسا کہ فرشتے غائب ہیں باوجود کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے حجاب کو دُور فرما دیتا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت پر جو کہ آپ کی تھی۔ پس اس سے کوئی دلیل مانع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے کہ رویت کو رویت مثالی کے ساتھ خاص کیا جائے۔

علامہ علی نور الدین حلبی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْاَمْرَ كَمَا قَالَهُ الْجَلَالُ السُّيُوْطِيُّ وَاَخَصُّ مِنْ ذَالِكَ وَاَنَّ الَّذِيْ اَرَاهُ اَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ زَمَانٌ وَّلَا مَكَانٌ وَّلَا مَحَلٌّ وَّلَا اِمْكَانٌ وَّلَا عَرْشٌ وَّلَا لَوْحٌ وَّلَا كُرْسِيٌّ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا بَرٌّ وَّلَا بَحْرٌ وَّلَا سَهْلٌ وَّلَا وَعْرٌ وَّلَا بَرْزَخٌ وَّلَا قَبْرٌ كَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ اٰيِفًا وَاَنَّهُ اِمْتَلَاَ الْكَوْنُ الْاَعْلٰى بِهٖ كَاِمْتِلَاءِ الْكَوْنِ الْاَسْفَلِ بِهٖ كَاِمْتِلَاءِ قَبْرِهٖ بِهٖ۔[1]

ترجمہ:۔ بیشک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے

---

[1] جواہر البحار جلد ۲ ص۱۱۱۔

اور اس سے بھی بڑھ کر اور بیشک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ تری نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر انور کو۔

بالآخر علامہ علی نور الدین حلبی نے فیصلہ فرمایا ہے کہ

وَبِالْجُمْلَةِ وَالتَّفْصِيْلِ فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُوْدٌ بَيْنَ اَظْهُرِنَا حِسًّا وَّمَعْنًى وَّجِسْمًا وَّرُوْحًا وَّسِرًّا وَّ بُرْهَانًا۔[1]

ترجمہ:۔ بالآخر یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان حسّی و معنوی طور پر اور باعتبار جسم اور رُوح کے اور باطن اور ظاہر کے موجود ہیں۔

اور اپنے مقام خاص ہی سے تمام احوال کا مشاہدہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَمَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ۔[2]

---

[1] جواہر البحار جلد ۱ ص ۲۴۳۔ [2] مختصر مواہب لدنیہ ص ۳۰۵۔

ترجمہ :- ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے میرے لیے دُنیا کو اُٹھایا پس میں دیکھتا ہوں اس کی طرف اور جو اس میں ہونے والا ہے قیامت تک جیسا کہ میں دیکھتا ہوں اپنی اس ہتھیلی کو۔

اس حدیث مبارک میں لفظ اَنْظُرُ جو کہ مضارع کا صیغہ ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شاہد آئندہ بھی جاری ہے۔ یعنی دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔

اعتراض :- اس حدیث پاک کے جواب میں خان صاحب نے اپنی دجالیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حدیث طبقہ رابع کی ہے جس کے متعلق تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اس طبقہ کی حدیثیں قابلِ اعتبار نہیں شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں۔ ایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود[1]

جواب :- ہم عرض کرتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت سے کس طرح ثابت ہوا کہ ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصانیف کا شمار طبقہ رابعہ میں ہے جو کہ غیر معتبر ہے اور طبقہ رابعہ میں جن لوگوں کا شمار ہے ان کی وضاحت خود شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کر دی ہے لیکن وہ عبارت خان صاحب ہضم کر گئے تاکہ دجل میں کامیاب ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ طبقہ رابعہ میں مندرجہ ذیل لوگوں کی کتابوں کا شمار ہے۔

کِتَابُ الضُّعَفَاءِ لِابْنِ حِبَّانَ وَکَامِلِ ابْنِ عَدِیٍّ وَکُتُبِ

---

[1] :- تسوید النواظر ص ۱۸۴۔

الْخَطِيْبِ وَاَبِيْ نُعَيْمٍ وَالْجَوْزَقَانِيْ وَابْنِ عَسَاكِرَ وَابْنِ النَّجَّارِ وَالدَّيْلَمِيْ وَكَادَ مُسْنَدُ الْخَوَارِزْمِيْ يَكُوْنُ مِنْ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ[1]

ترجمہ :۔ کتاب الضعفاء ابن حبان کی اور کامل ابن عدی کی اور تمام کتابیں خطیب کی اور ابونعیم اور جوزقانی ابن عساکر، ابن نجار دیلمی کی اور تقریباً مسند خوارزمی کا شمار بھی اسی طبقہ رابعہ میں ہے۔

عجالہ نافعہ کی عبارت یہ ہے۔

كِتَابُ الضُّعَفَاءِ لِابْنِ حِبَّانَ وَتَصَانِيْفُ الْحَاكِمِ، كِتَابُ الضُّعَفَاءِ لِلْعُقَيْلِيْ كِتَابُ الْكَامِلِ لِابْنِ عَدِيْ تَصَانِيْفُ ابْنِ مَرْدُوْيَه تَصَانِيْفُ خَطِيْبِ تَصَانِيْفُ ابْنِ شَاهِيْن تَفْسِيْرُ ابْنِ جَرِيْرٍ فِرْدَوْس دَيْلَمِيْ بلکہ سائر تصانیف او، تصانیف ابی نعیم، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابی الشیخ، تصانیف ابن نجار۔[2]

ان دونوں عبارت میں ابن حجر قسطلانی کا کہاں ذکر ہے خان صاحب نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے امام ابن حجر قسطلانی کو اپنی کتاب میں خطیب قسطلانی لکھا ہے تاکہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں جو لفظ خطیب ہے اُس سے خطیب قسطلانی مراد ہے۔

اعلان :۔ خان صاحب اور پورا طائفہ وہابیہ نجدیہ اگر یہ ثابت کردے کہ کسی کتاب میں بھی لفظ خطیب بلا وضاحت آیا ہو اور اس سے

---

[1] :۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۵ مطبوعہ مطبع صدیقی [2] :۔ عجالہ نافعہ ص ۱۰ ۔

علامہ یوسف نبہانی فرماتے ہیں۔

المواهب اللدنيه لا يفضلها في هذا الباب[1]

ترجمہ :۔ یعنی مواہب لدنیہ سے افضل کوئی کتاب نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ مواہب لدنیہ کو اولیاء عارفین اور علماء وارثین کے نزدیک جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اور انہی احمد شہاب الدین ابن حجر قسطلانی نے اسی مواہب لدنیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ فِي مُشَاهَدَتِهٖ لِأُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ[2]

ترجمہ :۔ کوئی فرق نہیں آپ کی موت اور حیات میں از روئے مشاہدہ فرمانے اپنی امت کے اور جاننے اُن احوال، نیات، عزائم دل کے خطرے یہ سب کچھ آپ کے سامنے روشن ہے بغیر خفا کے۔

یہ ہے ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ اس مواہب لدنیہ کی شرح کی ہے محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی نے اُنہوں نے بھی بغیر چوں و چراں کے اس عقیدہ کو قبول فرمایا۔ پھر اس مواہب لدنیہ کا یوسف بن اسماعیل نبہانی نے اختصار کیا ہے انہوں نے اس عقیدہ کو برقرار رکھا اور یہ تینوں کتابیں روئے زمین پر پھیل چکی ہیں اور تمام اُمت مسلمہ ان کو عقیدت اور محبت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اولیاء عارفین و علماء وارثین میں سے کسی نے بھی اس عبارت پر نکتہ چینی نہیں کی۔

---

[1] :۔ جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۶۔

[2] :۔ مواہب الدنیہ فصل ثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف۔

مصنف کی مراد ابن حجر قسطلانی ہو تو ایک صد روپیہ بطور انعام پیش کیا جائے گا
حجۃ اللہ البالغہ کے مترجم نے اس مقام پر وضاحت کر دی ہے کہ خطیب
سے خطیب بغدادی مراد ہے۔[۱]

رہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ اپنی کتاب بستان المحدثین
کی فہرست میں لکھتے ہیں۔

"تاریخ بغداد خطیب"۔

اور اس خطیب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔
خطیب کی کنیت ابوبکر ہے نام و نسب یہ ہے احمد بن علی بن ثابت بن
احمد بن مہدی۔[۲]

خطیب کا لفظ خطیب بغدادی کے لیے بمنزلہ نام کے ہو چکا ہے جہاں کہیں
محض خطیب لکھا جاتا ہے وہاں مراد خطیب بغدادی ہی ہوتے ہیں۔ خان صاحب
نے امام قسطلانی شارح بخاری کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کر کے مقام اعتبار
سے گرایا ہے بالخصوص آپ کی بلند پایہ تصنیف المواہب اللدنیہ شریف کو جس
کے بارے شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

" ارشاد الساری۔ یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے اور صحیح بخاری کی شرح ہے
یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن الحسین
قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے (لفظ خطیب ندارد) المواہب اللدنیہ بھی ان
کی ہی تصنیف ہے جو اپنے باب میں لاثانی ہے۔"[۳]

---

[۱] :۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو جلد ۱ صـ ۲۲۰ ۔

[۲] :۔ بستان المحدثین اردو صـ ۱۱۵ ۔ [۳] :۔ بستان المحدثین صـ ۲۰۳ ۔

اِلَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضُ النِّفَاقِ وَعَدَاوَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی سورہ بقرآیت وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا۔ شاہ صاحب کی پوری عبارت ہم وہابیہ کی تحریفات کے باب میں نقل کر آئے اور حنفیوں کے امام اپنے وقت کے مجدد علی بن سلطان القاری مکی کا عقیدہ بھی یہی ہے ان کی عبارت بھی ابتدا کتاب میں منقول ہے۔ یہ طائفہ وہابیہ نجدیہ اگر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں تو بھی کسی مسلم شخصیت سے یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کا مشاہدہ نہیں فرماتے اور نہ فرماتے تھے۔ یہ بات تو خان صاحب بھی ثابت نہیں کر سکے جنہوں نے بالخصوص اس عقیدہ کی مخالفت میں قلم اٹھایا ظاہری معاملات اور ظاہری زندگی کو حقیقت اور برزخی زندگی پر قیاس کرنا محض بے شعوری اور حماقت ہے جس حماقت اور جہالت کا اپنی کتاب تسوید النواظر میں ثبوت دیا ہے۔ بیان سے باہر ہے اور شمار سے بعید ہے۔

اب خان صاحب کے دیگر دلائل کی حقیقت ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت زید بن ارقم کا واقعہ :۔ جب حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بات بارگاہ رسالت میں پہنچی تو حضرت زید اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو طلب فرمایا تو سب منافق منکر ہوئے اور سب نے قسمیں کھائیں۔ لہٰذا اصول شریعت کے مطابق فیصلہ منکرین کے حق میں اور حضرت زید کے دعویٰ کو جھوٹا قرار دیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات نازل فرمائیں۔ جن میں فرمایا۔ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً۔ یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے سزا پانے سے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کو قسمیں بچاتی ہیں۔ تو خان صاحب کا یہ فرمانا کہ آپ کو حقیقت

حال کا علم نہ تھا۔ بالکل بے شعوری ہے اور اللہ تعالٰی نے بھی حضرت زید کو جھوٹا کہنے پر آپ کو عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی یہ فیصلہ ظاہر کے مطابق حق اور درست تھا۔ جس فعل پر اللہ تعالٰی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس مُلاں گنگوہی کو کیا حق حاصل ہے کہ زبان درازی کرے اور خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زید کو جھوٹا تصور فرمایا اور ان سے ناراض بھی ہو گئے، یہ صریح کذب ہے۔ ان دونوں باتوں کا روایت میں بالکل ذکر نہیں۔

موجودہ زمانے کے منافقین بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحیمی و کریمی سے اسی طرح غلط نتیجے نکالتے ہیں جیسے کہ زمانہ رسالت صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منافقین نکالے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالٰی نے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کے منہ ایسے بند کیے ہیں کہ چون وچرا کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالٰی یوں ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ[1]

ترجمہ:۔ جو لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو کان ہیں آپ فرمادیں کہ کان بہتر ہیں تمہارے لیے ایمان رکھتا ہے (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالٰی پر اور یقین رکھتے ہیں ایمانداروں کی باتوں پر اور رحمت ہے اُنکے لیے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں۔

[1] :۔ پ توبہ ۱۰ آیت ۶۱۔

تفسیر خازن شریف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے

نزلت في جماعة من المنافقين ما يؤذون رسول الله
صلى الله عليه وسلم ويغيبونه ويقولون ما لا ينبغي
فقال بعضهم لا تفعلوا فإنا نخاف أن يبلغه ما تقولون
فيقع بنا فقال جلاس بن سويد وهو من المنافقين
بل نقول ما شئنا ثم نأتيه وننكر ما قلنا ونحلف
فيصدقنا بما نقول فإنما محمد أذن أي يسمع كل
ما يقال له ويقبله فأنزل الله هذه الآية ومقصود
المنافقين بقولهم هو أذن أنه ليس بعيد غور بل
هو سليم سريع الاغترار بكل ما يسمع فأجاب الله
سبحانه وتعالى عنه بقوله (قل أذن خير لكم)
يعني هب أنه أذن لكنه أذن خير لكم (يؤمن
بالله ويؤمن للمؤمنين) إنه يصدق المؤمنين
ويقبل قولهم ولا يقبل قول المنافقين (ورحمة) أي
هو رحمة (للذين آمنوا منكم) أنه رحمة
للمؤمنين المخلصين لا للمنافقين وقيل في
كونه صلى الله عليه وسلم رحمة لأنه يجري
أحكام الناس على الظاهر ولا ينقب

عَنْ اَخْوَالِهِمْ وَلَا بِمَسْلَكِ اَسْرَارِهِمْ.

ترجمہ:۔ یہ آیت منافقوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگاتے تھے، کسی نے ان کو منع کیا کہ ایسا نہ کرو ہمیں خوف ہے کہ آپ کو اطلاع ہو جائے گی پھر ہمیں نقصان پہنچے گا تو جلاس بن سوید جو کہ منافق تھا اس نے کہا بلکہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ پھر اُن کے پاس جا کر اپنے کہے کا انکار کر دیتے اور قسمیں اٹھا لیتے ہیں پس وہ ہماری تصدیق فرما دیتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف کان ہیں یعنی جو بھی کہا جائے سُنکر قبول کر لیتے ہیں، اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس قول سے کہ وُہ تو صرف کان ہیں، منافقوں کا مقصود یہ تھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دور اندیش نہیں ہیں بلکہ ہر بات سے بہت جلد دھوکے میں آجاتے ہیں، تو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ آپ فرما دیں یہ کان تمہارے لیے بہتر ہیں یعنی کان تو ٹھیک ہیں لیکن وُہ تمہارے لیے اچھے ہیں، یقین رکھتا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ پر اور یقین رکھتا ہے ایمانداروں کی باتوں پر یعنی دلی طور پر مومنوں کی بات کو ہی سچا سمجھتا ہے اور قبول کرتا ہے نہ کہ منافقوں کی باتوں کو، اور وُہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت ہیں یعنی رحمت ہیں اُن کیلئے جو تم میں سے ایمان لائے بیشک وُہ رحمت ہیں مومنین مخلصین کے لیے نہ کہ منافقوں کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت ہونے کی حقیقت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ لوگوں پر ظاہر کے مطابق ہی

حکم جاری فرماتے ہیں اور ان کی حقیقت حال نہیں کہہ دیتے اور نہ ہی ان کے راز فاش کرتے ہیں۔

اور یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں علامہ بغوی لکھتے ہیں۔ اَیْ یُصَدِّقُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَیَقْبَلُ مِنْهُمْ لَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ۔

یعنی مومنوں کی بات کی ہی حقیقتاً تصدیق فرماتے ہیں اور انہیں سے ہی قبول فرماتے ہیں نہ کہ منافقوں کی۔

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی جو کہ عقائد میں اہلسنت کے امام ہیں۔ اپنی تفسیر مدارک شریف میں لکھتے ہیں۔

(رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ) اَیْ وَهُوَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اَظْهَرُوا الْاِیْمَانَ اَیُّهَا الْمُنَافِقُوْنَ حَیْثُ یَقْبَلُ اِیْمَانَكُمُ الظَّاهِرَ وَلَا یَکْشِفُ اَسْرَارَكُمْ۔[1]

یعنی حالانکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں اُن کے لیے جو تم میں سے ایمان لائے یعنی ایمان ظاہر کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے رحمت ہیں کہ تمہارا ظاہری ایمان قبول فرماتے ہیں اور تمہارے راز ظاہر نہیں کرتے۔

ہمارے امام اجل سیدنا حافظ جلال الدین سیوطی تفسیر جلالین میں (هُوَ اُذُنٌ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں (اَیْ یَسْمَعُ کُلَّ قِیْلٍ وَیَقْبَلُهُ) یعنی ہر بات سُن کر قبول فرماتے ہیں۔ عارف باللہ حضرت احمد صاوی حاشیہ جلالین شریف میں اس قول پر تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] مدارک شریف جلد ۲ صـ ۱۰۲۔

اَیْ مِنْ غَیْرِاَنْ یَّتَاَمَّلَ فِیْهِ وَ یُمَیِّزَ بَاطِنَهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ فَقَصَدُوْا بِذَالِكَ وَصْفَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَفْلَةِ لِاَنَّهٗ لَا یُقَابِلُهُمْ بِسُوْءِ اَدَبِهِمْ وَیَحْتَمِلُ اَذَاهُمْ وَ یَصْفَحُ عَنْهُمْ فَحَمَلُوْا عَلٰی عَدَمِ التَّنَبُّهِ وَالْغَفْلَةِ وَهُوَ اِنَّمَا کَانَ ذَالِكَ رِفْقًا بِهِمْ وَ تَغَافُلًا عَنْ عُیُوْبِهِمْ ۔ؔ

ترجمہ :- یعنی آپ قبول فرماتے تھے اُن کی بات بغیر اس میں غور کیے اور بغیر ظاہر و باطن میں تمیز کیے پس مُراد منافقوں کی اس وصف سے یہ تھی کہ آپ ہمارے حال سے ناواقف ہیں اسلئے کہ آپ ان سے کبھی بُرا سلوک نہ کرتے اور اُن کی طرف سے تکلیف برداشت کرتے اور اُن سے پہلو تہی کرتے ۔ پس منافقوں نے اس کریمانہ پہلو تہی کو حقیقتِ حال سے غافل ہونے پر محمول کر لیا حالانکہ آپ ایسا صرف اُن کے ساتھ نرمی کی بنا پر اور اُن کے عیوب سے قصداً صرفِ نظر کیا کرتے تھے ۔

بعینہٖ آج کل کے منافقوں کا حال ہے ۔ اگر صرف قرآن مجید کی اس مذکورہ آیت مبارکہ اور مفسرین اکرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مذکورہ اقوال کو ہی پیشِ نظر رکھ لیا جائے تو بھی خان صاحب کی تمام تسوید النواظر کا صفایا ہو جاتا ہے اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا لیکن اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ

ؔ حاشیہ صاوی جلد ۲ ص ۱۳۲ ۔

عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ہم نے قرآن مجید سے دلیل قطعی نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمانداروں کی باتوں پر ہی یقین رکھتے ہیں لہٰذا خان صاحب جب تک قرآن مجید یا حدیث متواتر سے ثابت نہ کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقوں کی باتوں پر ایمان لاتے تھے۔ تو اِسی نوعیت کا کوئی اعتراض مسموع نہ ہوگا بلکہ مردود قرار دیا جائے گا۔

اعتراض :- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ۔ [1]

ترجمہ :- اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالٰے نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول میں جو واقعہ آیا ہے۔ خان صاحب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد کو اپنے اُوپر، بیویوں کی سازش کے عدم علم کی بنا پر حرام کیا تھا۔

جواب :- شہد حرام کرلینے کی وجہ تو خود قرآنِ مجید میں اللہ تعالٰی نے بیان فرمادی تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ باقی رہی یہ بات کہ بیویوں کی سازش کا علم نہ ہونا یہ مردود ہے کیونکہ رؤف و رحیم ذات تو منافقوں کے راز فاش نہ فرماتے تھے بلکہ پردہ رکھنے کا رویہ ہی اختیار فرماتے جیسا کہ ہم قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں۔ تو وہ ذات مومنات بلکہ اپنی ازواج پاک کے ساتھ اپنی شانِ کریمی کے خلاف کیونکر برتاؤ کرتے۔

[1] پ ۲۸ التحریم ۱۹ع آیت ۱۔

دوسرا واقعہ :۔ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا۔ [1]
(الی آخرہ) یہ واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

اعتراض :۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ہ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ [2]

پ سورۃ النساء ع آیت ۱۰۵-۱۰۷۔

ترجمہ :۔ بیشک ہم نے اتاری طرف تیرے سچی کتاب کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ۔ اور تو مت ہو دغابازوں کی طرف سے جھگڑنے والا۔ اور معافی مانگ اللہ سے بیشک اللہ معافی دینے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے دلوں میں دغا رکھتے ہیں۔

ان آیات کے شانِ نزول میں جو واقعہ آیا ہے اس کو خان صاحب یوں فرماتے ہیں۔

حضرت قتادہ راوی حدیث کے چچا حضرت رفاعہ کے گھر بشیر نامی ایک منافق نے نقب لگا کر چوری کی۔ جو سامان چرایا گیا تھا۔ اس میں کچھ کھانے کا سامان اور کچھ ہتھیار وغیرہ تھے۔ تفتیش اور تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ چوری نبو ابیرق کے گھرانے ہی نے کی ہے جس میں بشیر اس کا سرغنہ ہے حضرت رفاعہ نے اپنے نوجوان اور قابل بھتیجے حضرت قتادہ کو اپنا موکل بنا کر (اس معاملے کو لیکر)

[1] :۔ پ۲۸ تحریم ع۱۹ آیت ۳۔ [2] :۔ تسویدالنواظر ص۹۱۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونے کا حکم دیا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ کو سنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضرت اگر ہمیں ہمارے ہتھیار ہی واپس مل جائیں، تب بھی ہمارے لیے بسا غنیمت ہے، حضور علیہ السلام نے توجہ فرمانے کا وعدہ فرما لیا۔ جب چور کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی برائت کا اظہار کریں، چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جھڑکا۔[1]

جواب:۔ اصل روایت جو کہ تمام مفسرین قرآن نے نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ طُعْمَةُ بْنُ اُبَيْرِقٍ مِنْ بَنِيْ ظَفَرِ بْنِ الْحَارِثِ سَرَقَ دِرْعًا مِنْ جَارٍ لَهٗ يُقَالُ لَهٗ قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ وَكَانَتِ الدِّرْعُ فِيْ جِرَابٍ لَهٗ فِيْهِ دَقِيْقٌ فَجَعَلَ الدَّقِيْقُ يَنْتَثِرُ مِنْ خَرْقٍ فِي الْجِرَابِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى الدَّارِ ثُمَّ خَبَاهَا عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ يُقَالُ لَهٗ زَيْدُ بْنُ السَّمِيْنِ فَالْتُمِسَتِ الدِّرْعُ عِنْدَ طُعْمَةَ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ مَا اَخَذَهَا وَمَا لَهٗ بِهَا مِنْ عِلْمٍ فَقَالَ اَصْحَابُ الدِّرْعِ لَقَدْ رَاَيْنَا اَثَرَ الدَّقِيْقِ حَتّٰى دَخَلَ دَارَهٗ فَلَمَّا حَلَفَ تَرَكُوْهُ وَاتَّبَعُوْا اَثَرَ الدَّقِيْقِ اِلٰى مَنْزِلِ الْيَهُوْدِيِّ فَاَخَذُوْهُ مِنْهُ

[1]۔ بلفظہ تسوید النواظر ص ۹۰۔

فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ دَفَعَهَا إِلَيَّ طُعْمَةُ بْنُ أُبَيْرِقٍ فَجَاءَ بَنُوْ ظَفَرٍ وَهُمْ قَوْمُ طُعْمَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلُوْهُ أَنْ يُّجَادِلَ عَنْ صَاحِبِهِمْ وَقَالُوْا إِنَّكَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ إِفْتَضَحَ صَاحِبُنَا فَهَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّعَاقِبَ الْيَهُوْدِيَّ۔

ترجمہ:۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک مرد انصاری طعمہ نامی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے پڑوسی قتادہ کی زرہ چرالی تھی جو کہ ایک تھیلے میں تھی اور اس میں آٹا بھی تھا پس وہ آٹا تھیلے کے سوراخ سے اس کے گھر تک گرتا چلا گیا پھر اُسے وہ زید نامی یہودی کے پاس چھپا آیا۔ جب طعمہ سے زرہ طلب کی گئی اُس نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لی اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ زرہ کے مالکوں نے کہا ہم نے آٹے کا نشان اس کے گھر تک دیکھا ہے لیکن حلف اٹھا لینے پر اُسے چھوڑ دیا پھر آٹے کے نشان کے پیچھے پیچھے یہودی کے گھر پہنچے اُسے باہر نکالا۔ اُس نے کہا کہ یہ تو میرے پاس طعمہ کے گھرانے کے تھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے آدمی کی طرفداری کریں اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو وُہ رُسوا ہو گا پس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی پر مواخذہ کرنے کا قصد کیا۔

اصل روایت بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خان صاحب کے تحریر کردہ الفاظ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھ لیا اور حضرت قتادہ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جھڑکا) بھی ملاحظہ فرمادیں حالانکہ مفسّرین فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَفْعَلِ الْمَنْہِیَّ عَنْہُ فِیْ قَوْلِہٖ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا وَلَمْ یُخَاصِمْ عَنْ طُعْمَۃَ لَمَّا سَأَلَہٗ قَوْمُہٗ اَنْ یَّذُبَّ عَنْہُ وَاَنْ یُّلْحِقَ السَّرِقَۃَ بِالْیَہُوْدِیِّ فَتَوَقَّفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ وَانْتَظَرَ مَا یَاْتِیْہِ مِنَ الْوَحْیِ السَّمَاوِیِّ وَالْاَمْرِ الْاِلٰہِیِّ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ۔[1]

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات سے آپ کو منع فرمایا وہ نہیں کی تھی اور نہ ہی طعمہ کی طرف سے آپ نے جھگڑا کیا تھا جب آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ طعمہ سے پھیر کر چوری یہودی کے ذمے لگا دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے منتظر رہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

خان صاحب کا اعتراض چند وجوہ کی بنا پر مردود ہے۔

اوّل یہ کہ ہماری پیش کردہ نصِ قرآنی کے خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ طعمہ کے ساتھیوں کا مطالبہ کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ نے آپ کو منع فرما دیا۔

تیسرے یہ جب آپ کو یہ ہی پتہ نہ تھا کہ خائن کون ہے تو اللہ تعالےٰ کا فرمان لَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا یہ تکلیف مالا یطاق ہے تو چاہیئے تھا کہ پہلے فریقین کے حال سے آگاہ کیے جاتے پھر حکم صادر ہوتا۔

[1] خازن شریف جلد ا صفحہ ۴۲۳۔

چوتھے یہ کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطنی خیانتوں سے آگاہ نہیں باقی رہا اللہ تعالےٰ کا فرمان وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وہ اس لیے تھا کہ آپ اپنی شان رحیمی وکریمی کے تقاضہ کی بنا پر طعمہ کے ساتھیوں کا مطالبہ پورا کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے تو یہ آپ کے منصب عالی کی بنا پر آپ کے حق میں ذنب کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

اور مسجد ضرار کا واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریمانہ طور پر ان کی حقیقت سے پہلو تہی فرماتے ہوئے وہاں پر نماز پڑھ لیتے لیکن اللہ تعالےٰ کو یہ بات پسند نہ تھی لہٰذا ان کی قسموں کے خلاف خود گواہی دے دی تاکہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روکنے کی بنا قائم ہو، باقی ان کو سچا جان لینا نقش قرآنی يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ کے خلاف ہے لہٰذا استدلال مردود ٹھہرا۔

اعتراض:۔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔[1]

ترجمہ:۔ اور بعض اہل مدینہ میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق میں حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

خان صاحب فرماتے ہیں دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں معمولی منافقوں کو نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا ہے آپ نہیں جانتے۔

جواب:۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

---

[1] پ۱۱ توبہ ع۱۲ آیت ۱۰۱۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ۔ ؎

ترجمہ:۔ کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے کہ ہم اُس کا کینہ نہ نکالیں گے اگر ہم چاہتے تو ایسے لوگ آپ کو دکھا دیتے۔ پس آپ خوب پہچانتے ہیں اُن کو اُن کے نشانوں سے۔

خان صاحب کی نقل کردہ آیت مبارک میں علم کی نفی ہے کہ آپ انہیں نہیں جانتے اور اس دُوسری آیت مبارکہ میں صیغہ ماضی کے ساتھ معرفت کا ثبوت ہے یعنی آپ نے ان کو خوب پہچانا ہے۔ اب دونوں آیتوں میں تطبیق ضروری ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ چند منافق ایسے تھے جو کہ اپنا نفاق چھپانے میں کمال مہارت رکھتے تھے کوئی نفاق کی علامت ظاہر نہ کرتے تھے جو کہ اُن کے نفاق کی دلیل بن سکے تو نفی علم بالدلائل کی ہے اور دُوسری آیت میں ثبوت علم بالفراست ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں،

(لَا تَعْلَمُهُمْ) لَا تَعْرِفُهُمْ بِاَعْیَانِهِمْ۔ نہیں جانتے آپ اُن کو بسبب اُن کے خواص کے، اور وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں لَعَرَّفْنَاكَهُمْ بِدَلَائِلَ تَعْرِفُهُمْ بِاَعْیَانِهِمْ یعنی اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل سے معرفت کرا دیتے (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ) بِعَلَامَتِهِمْ پس آپ خوب پہچانتے ہیں۔

؎:۔ پ ۲۶ محمد ع آیت ۲۹-۳۰۔

اُنہیں اُن کی علامتوں کی بنا پر۔

اور خازن شریف میں ہے۔

(لَا تَعْلَمُهُمْ) يَعْنِي اَنَّهُمْ بَلَغُوا فِي النِّفَاقِ اِلَى حَيْثُ اَنَّكَ لَا تَعْلَمُهُمْ يَا مُحَمَّدُ مَعَ صَفَاءِ خَاطِرِكَ وَاِطِّلَاعِكَ عَلَى الْاَسْرَارِ یعنی منافق نفاق چھپانے میں اس کمال کے ہیں کہ آپ ان کو نہیں جانتے باوجود روشن ضمیر ہونے کے اور آپ کو اسرار پر اطلاع بھی ہے۔

اور علامہ بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔

(وَلَوْ نَشَاءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ) اَيْ لَاَعْلَمْنَاكَهُمْ وَعَرَّفْنَاكَهُمْ (فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ) بِعَلَامَتِهِمْ قَالَ الزَّجَّاجُ اَلْمَعْنٰى لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ عَلَامَةً تَعْرِفُهُمْ قَالَ اَنَسٌ مَا خَفِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ شَيْءٌ مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ۔

ترجمہ:۔ اگر ہم چاہتے تو منافق آپ کو دکھا دیتے یعنی منافقوں کا علم عطا فرماتے اور پہچان کروا دیتے پس پہچانا آپ نے اُن کو اُن کے نشانوں سے زجاج نحوی نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو منافقوں پر علامت قائم کر دیتے جس سے آپ اُن کو پہچانتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد منافقوں کی کوئی چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہ رہی ثابت ہوا کہ نفی علم بالدلائل کی ہے نہ کہ معرفت اسرار کی لہٰذا اس آیت سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

دُوسرا جواب:۔ خان صاحب کے طرزِ استدلال پر یہ ہے کہ مقدم النزول سُورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آپ منافقوں کو اُن کی علامتوں کے ذریعے پہچانتے ہیں اور چرب زبانی سے بھی پہچان لوگے اور موخرالنزول سُورہ توبہ میں فرماتا ہے کہ بعض منافقوں کو آپ نہیں جانتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن میں ہی بعض منافقوں کا نفاق آپ سے مخفی تھا جن میں کوئی علامت بھی نفاق کی نہ تھی اور نہ ہی کوئی قول اور فعل اُن سے ایسا سرزد ہوا تھا جو اُن کے نفاق پر دلیل ہوتا۔ کیونکہ وُہ اپنا نفاق چھپانے میں کمال درجہ کے ماہر تھے۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن اعمال سے بھی بے خبر تھے کیونکہ یہ بات تسلیم کرنا کہ اُن کا نفاق درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا مگر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ تھا سو یہ بات مقدم النزول آیت کے خلاف ہے کیونکہ اسی آیت میں منافقانہ علامتوں اور روش سے پہچان لینا ثابت ہے۔ لہٰذا یہ موخرالنزول آیت ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حاضر وناظر وہی دیکھتا ہے جو کسی سے وقوع میں آتا ہے۔

اعتراض:۔ حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے وُہ فرماتے ہیں کہ اتنی فوج اور ہجوم آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ مارچ کر رہی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک آسمان سے وحی نازل نہ ہو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی عدم موجودگی کی اطلاع ہی نہیں ہو سکتی تو یہ اس کا خیال صحیح ہوتا۔[۱]

جواب:۔ خان صاحب تو مردہ ضمیر ہیں ہی مگر اس طائفہ کے ایک بھی فرد

---

[۱] :۔ تنویر النواظر ص ۹۵۔

کا ضمیر زندہ نہیں جو خان صاحب کو ملامت کرے کہ ایسی کذب بیانی سے شرم کھائیں یہ خط کشیدہ عبارت اگر کسی حدیث میں ثابت کر دیں تو منہ مانگا انعام پائیں ورنہ انعام الٰہی لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْکَاذِبِیْنَ قبول کرنے میں توقف نہ فرمائیں حدیث شریف میں تو صرف یہ الفاظ ہیں۔

فَمَا رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنَّهٗ سَيَخْفٰى لَهٗ مَالَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ۔

ترجمہ:۔ کوئی شخص غائب رہنے کا ارادہ نہ کرتا مگر یہ گمان کرتے ہوئے کہ میرا غائب ہونا آپ پر مخفی رہے گا جب تک میرے بارے میں وحی نازل نہ ہو۔

یہ حامیوں کا گمان ہے جو معنی دارد اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا تو اس جملہ سے کثرت لشکر بیان کرنا مقصود ہے ورنہ تو کیا غائب ہونے والا ہدہد سے بھی چھوٹا اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا سلیمان علیہ السلام سے بھی کم بصارت کے مالک ہیں۔ کیا مسلمانوں کا یہ لشکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر جس میں انسان، جن، پرندے درندے شامل تھے اس سے زیادہ تھا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ الْوَهَابِيَّةَ اَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَانَ مَحْبُوْبِكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا۔

اعتراض:۔ خان صاحب کے وہ دلائل جن سے بے شعوری کی بنا پر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔

اوّلاً:۔ خروج دجال کے متعلق۔ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَكُلُّ امْرِئٍ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ۔ اگر دجال نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنا

ذمے دار ہے۔[1]

ثانیاً:۔ وُدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَأَیْنَا اِخْوَانَنَا۔ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا۔[2]

ثالثاً:۔ قُلْنَا کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ تَرَ مِنْ اُمَّتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ آپ نے اپنی اُمت کے جو لوگ نہیں دیکھے قیامت کے روز انہیں کیسے پہچانو گے۔[3]

رابعاً:۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ رَأَیْتَ وَمَنْ لَّمْ تَرَ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ جس کو آپ نے دیکھا اور جسے نہیں دیکھا فرمایا کہ ہاں مَنْ رَأَیْتُ وَمَنْ لَّمْ اَرَ۔[4]

خامساً:۔ دو گروہ ایسے ہیں کہ جو دوزخ جائیں گے لَمْ اَرَھُمَا اگر ہم نے ان کو دیکھا نہیں۔[5]

سادساً:۔ مَا شَانُ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ لَا اَرَاہُ ثابت بن قیس کا کیا حال ہے ہم اُسے دیکھتے نہیں۔[6]

سابعاً:۔ وَاِنْ کُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَھُمْ حَیْثُ نَزَلُوْا بِالشِّعَابِ۔ اگرچہ میں نے اُن کی وہ جگہیں نہیں دیکھی ہیں جہاں جہاں وہ دن کو اترتے ہیں۔[7]

ثامناً:۔ لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا۔ شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔[8]

۱:۔ تسویر النواظر ص۹۲۔ ۲:۔ تسویر النواظر ص۹۴۔
۳:۔ تسویر النواظر ص۹۷۔ ۴:۔ ایضاً ص۹۸۔
۵:۔ ایضاً ص۹۸۔ ۶:۔ ایضاً ص۹۹۔
۷:۔ ایضاً ص۱۰۱۔ ۸:۔ ایضاً ص۱۰۱۔

تاسعًا:۔ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ اَلْقَاهُمْ بَعْدِیْ عَامِهِمْ هٰذَا۔ بیشک میں نہیں جانتا کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کرسکوں۔[1]

عاشراً:۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ یَوْمِیْ هٰذَا بِمَکَانِیْ هٰذَا۔ اے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں تم سے آج کے دن کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کرسکوں۔[2]

جواب:۔ یہ ہیں احادیث کے بعض ٹکڑے جن سے خان صاحب نے اپنے عقیدہ پر دلیل پکڑی ہے ان سب کا اجمالی جواب عرض کر دیتے ہیں۔ ان اجزاء میں بعض وہ ہیں جن سے نہ دیکھنا اور ملاقات نہ کرنا مفہوم ہے سو وہ بقید حیات دنیاوی اور چشم بصارت سے دیکھنا اور بعض وہ ہیں جن میں نہ جاننا مفہوم ہے سو وہ ازروئے درایت کے ہے اور معنی درایت کے یہ ہیں۔

امام الاحناف علی قاری فرماتے ہیں:۔ اَلدِّرَایَةُ اِکْتِسَابُ عِلْمِ الشَّیْءِ بِحِیْلَةٍ۔[3]

درایۃ اٹکل کے ساتھ کسی چیز کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ سو یہ یا علّام اللہ تعالیٰ کے منافی نہیں۔

خان صاحب کی ایک اور حماقت:۔ لکھتے ہیں۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔[4]

ترجمہ:۔ جس دن جمع کریگا اللہ تعالیٰ رسولوں کو کہے گا تم کو اپنی اپنی

---

[1] ایضاً
[2] ایضاً
[3] مرقات ج ۱ ص ۲۲
[4] مرقات ج ۱ ص ۶۶

اُمت کی طرف سے کیا جواب دیا گیا۔ وہ بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے غیب دان۔

تمام پیغمبر اس سے لاعلمی کا اظہار کریں گے رہا اس لاعلمی کے اظہار کو تواضع پر محمول کرنا جیسا کہ بعض مفسرین (بلکہ تمام مفسرین) نے کہا ہے تو درست نہیں کیونکہ اگر کوئی اور نص قطعی ایسی ہوتی جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بغیر استثناء کے ہر چیز معلوم ہے تو ہم تواضع پر محمول کر سکتے تھے۔ؔ

جواب:۔ واہ خان صاحب..... ہم نے بھی بہت دیکھے ہیں مگر آپ سے کم۔ سوال تو ہوگا اُمتوں کے جوابوں کے بارے میں اور خان صاحب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جواب لَا عِلْمَ لَنَا کو تواضع پر محمول کرنے کے لیے بغیر استثناء کے ہر چیز کے علم پر نص قطعی کے ثبوت کا مطالبہ کرتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ بعض انبیاء اور ہمارے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو جواب دیئے گئے وہ تو قرآن میں آج بھی موجود ہیں اور قرآن کی برکت سے تمام اُمت کو بھی علم ہے تو جن کو جواب دیئے گئے اُن کو علم کس طرح نہیں؟ اگر لَا عِلْمَ لَنَا کو تواضع پر محمول نہ کیا جائے تو اس جواب کی اور کونسی وجہ ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ خان صاحب مبہوت ہیں ورنہ ضرور کوئی وجہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے۔

اعتراض:۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ (بخاری، مسلم)

ترجمہ:۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا نئی نئی باتیں اور حرکتیں کر رکھی ہیں۔

لہ:۔ بلفظہٖ تسوید النواظر ص۱۴۳۔

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو ان کا علم ہوتا تو اللہ تعالٰے یا اس کے فرشتے یہ نہ فرماتے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرمائیں گے۔" دُور ہوں وُہ بدبخت جنہوں نے میرے بعد دین بدلا"[1]

جواب :۔ اس حدیث پاک سے جو بات خان صاحب سمجھے ہیں وُہ کئی وجہ سے مردُود ہے۔

اوّل تو قرآن مجید کی اُس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کہ جو تمہیں بُرائی پہنچتی ہے وُہ آپ کو از حد گراں گزرتی ہے۔

اگر اُمّت کی برائیوں پر آپ کو اطلاع ہی نہیں تو گراں گزرنا چہ معنی دارد۔

دُوسرے عرض اعمال والی حدیث کے بھی معارض ہے۔

تیسرے طبرانی شریف کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ

اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَ مَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

چوتھے مسلم شریف کی حدیث نے واضح کر دیا ہے کہ مَا تَدْرِیْ میں ہمزہ استفہام مقدر ہے کیونکہ مسلم شریف میں ہے کہ اَمَا شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا عمل کیے ہیں لہٰذا مَا تَدْرِیْ کا معنی بھی یہ ہی ہے کہ اَمَا تَدْرِیْ یعنی کیا آپ نہیں جانتے ؟ یعنی باوجود علم ہونے

[1] :۔ بلفظہٖ تسوید النواظر ص۱۰۲۔

پھر بھی آپ اپنا رہے ہیں، لیکن یہ اپنانا صرف بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے تقاضا پر ہوگا۔

خان صاحب سے جب مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ کی روایت اَمَا شَعَرْتَ کا جواب نہ بن سکا اور نہ ہی بن سکتا ہے تو دو حیلے تراشے۔

پہلا حیلہ اور اس کا جواب:- اوّل یہ کہ یہ روایت مسلم کی درجہ دوئم کے رواۃ سے ہے اور ان کے متعلق فیصلہ امام مسلم نے مقدمہ میں کر دیا ہے کہ "اُن سے خطا اور غلطی اکثر سرزد ہو جاتی ہے"۔[1]

لیکن خود ہی اس سے ماقبل صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اُمّت کا اتفاق ہے کہ "بخاری و مسلم صحیح ہیں"[2] اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ درجہ دوئم کے رواۃ سے خطا اور غلطی اکثر سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ خان صاحب کو مُفید نہیں جب تک خطا و غلطی کا ثبوت نہ ہو۔ ورنہ تمام وُہ روایات جو کہ درجہ دوئم کے رواۃ سے ہیں ناقابلِ اعتبار ٹھہرتی ہیں جس کی بنا پر مسلم شریف کی صحت پر اُمّت کا اتفاق غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

دُوسرا حیلہ دوئم یہ تراشا کہ اَمَا شَعَرْتَ کا جملہ اس کو نہیں چاہتا کہ پہلے سے مخاطب کو علم ہو۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوامامہ سے فرمایا،
اَمَا شَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِیْ فِی الْجَنَّةِ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ۔ (الیٰ آخر الحدیث)

---

[1] تسویدالنواظر صفحہ ۱۰۶۔ [2] تسویدالنواظر صفحہ ۱۰۵۔

ترجمہ :- کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ جنت میں مریم بنت عمران کا نکاح کر دیا ہے۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں اس کو اس سے پہلے اس کی کیا خبر ہوگی [1]

جواب :- اس روایت پر قیاس کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی نفی کرنا تو خود اپنے شعور کی فاتحہ دینا ہے، کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہاں سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک امتی صحابی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ کہ مجھے پہلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے، احوال امت سے مطلع ہونا تو لوازمات نبوت میں سے ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں باب الرؤیا میں حدیث موجود ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔

یعنی انسان کا خواب نبوت کے چھیالیس ۴۶ جزوں میں سے ایک جز ہے۔

اور چھیالیس ۴۶ اجزاء کی تفصیل کرتے ہوئے قطب الواصلین سیدنا عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سَادِسُھَا کَمَالُ حِفْظِہٖ حَتّٰی یَحْفَظَ الصُّوْرَۃَ کُلَّھَا اِذَا سَمِعَھَا مَرَّۃً۔

ترجمہ :- چھٹا جزء نبوت یہ ہے کہ نبی کا حافظہ اس کمال کا ہوتا ہے

[1] :- تسوید النواظر ص ۱۰۶۔

کہ ایک مرتبہ جس بات کو سن لے اُسے کبھی نہیں بھولتا، بلکہ بات کی مکمل صورت کو محفوظ رکھتا ہے۔

وَتَاسِعُهَا كَمَالُ بَصَرِهٖ حَتّٰى يُبْصِرُ مِنْ اَقْصَى الْاَرْضِ مَا لَا يُبْصِرُ غَيْرُهٗ۔ عَاشِرُهَا كَمَالُ سَمْعِهٖ حَتّٰى يَسْمَعُ مِنْ اَقْصَى الْاَرْضِ مَا لَا يَسْمَعُهٗ غَيْرُهٗ۔ اَلثَّانِيْ وَالْاَرْبَعُوْنَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الْغَيْبِ مِمَّا لَمْ يَنْقُلْهُ اَحَدٌ قَبْلَهٗ۔ اَلثَّالِثُ وَالْاَرْبَعُوْنَ الْاِطِّلَاعُ عَلٰى مَا سَيَكُوْنُ اَلرَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ اَلتَّوْقِيْفُ عَلٰى اَسْرَارِ النَّاسِ وَمُخَبَّاتِهِمْ۔[1]

ترجمہ:۔ نواں جزیہ ہے کہ بصارت اس کمال کی ہوتی ہے کہ دُور دراز سے بھی دیکھ لیتا ہے جس کو دُوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا، دسواں یہ ہے کہ زمین کے دُوسرے کنارے سے بھی بات سُنتا ہے جو کوئی دُوسرا نہیں سُن سکتا۔ بیالیسواں یہ ہے کہ غیب پر اطلاع ہوتی ہے جو اس سے پہلے کسی سے منقول نہ ہو۔ تینتالیسواں یہ ہے کہ آئندہ ہونے والے واقعات پر اطلاع ہونا۔ چوالیسواں یہ ہے کہ انسانوں کے اسرار اور پوشیدہ باتوں پر اطلاع ہونا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

اِنَّ النُّبُوَّةَ عِبَارَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِهِ النَّبِيُّ وَيُفَارِقُ بِهٖ غَيْرَهٗ وَهُوَ يَخْتَصُّ بِاَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوَاصِ مِنْهَا اَنْ يَعْرِفَ حَقَائِقَ

---

[1] :۔ کتاب الابریز ص ۸۲۔

الْاُمُوْرِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَالدَّارِ الْاٰخِرَةِ لَاكَمَا يَعْلَمُ غَيْرُهٗ بَلْ عِنْدَهٗ مِنْ كَثْرَةِ الْمَعْلُوْمَاتِ وَزِيَادَةِ الْيَقِيْنِ وَالتَّحْقِيْقِ مَالَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهٖ وَلَهٗ صِفَةٌ يُبْصِرُ بِهَا الْمَلٰئِكَةَ وَيُشَاهِدُ بِهَا الْمَلَكُوْتَ وَلَهٗ صِفَةٌ بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ وَيُطَالِعُ بِهَا مَا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ[1]

ترجمہ:۔ یعنی نبوّت ان خاص کمالات کا نام ہے جو نبی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جن سے نبی اور غیرنبی میں فرق کیا جاتا ہے اور وہ نبی بہت سارے خواص سے مختص کیا جاتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ نبی اُن تمام معاملات (جو اللہ تعالےٰ اور اس کی صفات، فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں) کی پوری پوری معرفت رکھتا ہے اور یہ معرفت غیرنبی سے ممتاز ہوتی ہے بلکہ معلومات کی کثرت اور یقین کی زیادتی اور تحقیق ایسی رکھتا ہے کہ غیرنبی کو نہیں ہوتی اور نبی میں ایک صفت ہوتی ہے کہ اس سے غیب میں ہونے والے واقعات کا ادراک کرتا ہے اور اُس سے لوح محفوظ کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔

یہ ہے نبی کی شان اور نبوّت کی حقیقت۔ طائفہ وہابیہ نجدیہ تو نبی کو بس مسجد کا ملّاں ہی سمجھے ہوئے ہیں۔

العارف باللہ القطب الکبیر سیدنا احمد بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

---

[1] کتاب الابریز صـ۹۳۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الشَّوْكَةُ فِيْ رِجْلِ اَحَدِكُمْ اِلَّا وَجَدْتُ اَلَمَهَا فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقِيْقَةُ الْكَوْنِ كَمَا اَنَّ الشَّجَرَةَ لَهَا وَرَقٌ وَغُصُوْنٌ وَفُرُوْعٌ وَعُرُوْقٌ وَجُذُوْعٌ وَزَهْرٌ وَثَمَرَةٌ وَحَقِيْقَةُ الْكُلِّ شَجَرٌ۔ [۱]

ترجمہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں چبھتا کانٹا تم سے کسی کے پاؤں میں مگر میں اس کی تکلیف پاتا ہوں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتِ کائنات ہیں جیسا کہ ایک درخت کی ٹہنیاں پتے، شاخیں پھول، پھل اور تنا وغیرہ ہوتے ہیں اور حقیقت سب کی وہ درخت ہوتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث شریف، اولیاء کاملین کی تحقیق اور علماء وارثین کے ارشادات ان سب کو نظر انداز کر کے خان صاحب گکھڑوی کی بیکار باجے کی سی ٹپ ٹپ کون سنتا ہے

واقعہ افک کی حقیقت :- طائفہ وہابیہ نجدیہ اس واقعہ افک کو بیان کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا خان صاحب نے بھی اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی پہ یقین نہ تھا۔ سو حدیث شریف کے وہ الفاظ جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجمع صحابہ میں منبر پہ رونق افروز ہو کر فرمائے تھے نقل کر دیتے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر ہی رہا۔

[۱] :- العقد النفیس اسمعد حیۃ فی جواہر البحار جلد ۳ ص ۳۹۔

فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِيْ۔ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا۔[1]

ترجمہ :۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے گروہ مسلمین تم میں سے کون میری طرف سے اُس شخص سے انتقام لے گا جس نے مجھے میری اہلیہ کے بارے میں اذیت دی ہے قسم ہے خُدا کی میری اہلیہ کے بارے میں میرے علم میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہیں اور جس مرد کا وہ ذکر کرتے ہیں۔ اُس کے بارے میں بھی میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتا۔

چونکہ فریقین میں سوائے بھلائی کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے آپ کے علم میں بھی نہ تھا اگر کچھ ہوتا تو ضرور آپ کے علم میں ہوتا اور قسم بھی ہمیشہ مخاطب کو یقین دلانے کے لیے کھائی جاتی ہے۔ بھلا ان وہابیوں سے پوچھئے کہ جو بات مشکوک ہو یعنی یقینی نہ ہو اُس پر بھی کوئی قسم کھاتا ہے۔ بالخصوص اللہ تعالٰے اور اُس کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تحقیق و تفتیش تو لوگوں کا ایمان اور یقین آزمانے کے لیے تھی اور جب ایماندار صحابہ نے بھی منافقوں کے خلاف ہی گواہی دی کیا تب بھی آپ کو یقین نہ آیا۔ جبکہ قرآن فرماتا ہے يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ کہ آپ ایمانداروں کی باتوں پر صدقِ دل سے یقین رکھتے ہیں۔ اب ذرا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیانات سُنیئے۔

اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] :۔ بخاری شریف جلد ثانی ۹۹۵ ۔

أَنَا قَاطِعٌ بِكَذِبِ الْمُنَافِقِيْنَ لِأَنَّ اللهَ عَصَمَكَ مِنْ وُقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰى جِلْدِكَ لِأَنَّهُ يَقَعُ عَلَى النَّجَاسَاتِ فَيَتَلَطَّخُ بِهَا فَلَمَّا عَصَمَكَ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ الْقَذَرِ مِنَ الْقَذَرِ فَكَيْفَ لَا يَعْصِمُكَ عَنْ صُحْبَةِ مَنْ تَكُوْنُ مُتَلَطِّخَةً بِمِثْلِ هٰذِهِ الْفَاحِشَةِ.

وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّ اللهَ مَا أَوْقَعَ ظِلَّكَ عَلَى الْأَرْضِ لِئَلَّا يَضَعَ إِنْسَانٌ قَدَمَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الظِّلِّ فَلَمَّا لَمْ يُمَكِّنْ أَحَدًا مِنْ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلٰى ظِلِّكَ كَيْفَ يُمَكِّنُ أَحَدًا مِنْ تَلْوِيْثِ عِرْضِ زَوْجَتِكَ.

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّ جِبْرِيْلَ أَخْبَرَكَ أَنَّ عَلٰى نَعْلَيْكَ قَذَرًا وَّ أَمَرَكَ بِإِخْرَاجِ النَّعْلِ عَنْ رِجْلِكَ بِسَبَبِ مَا الْتَصَقَ بِهٖ مِنَ الْقَذَرِ فَكَيْفَ لَا يَأْمُرُكَ بِإِخْرَاجِهَا بِتَقْدِيْرِ أَنْ تَكُوْنَ مُتَلَطِّخَةً بِشَيْءٍ مِنَ الْفَوَاحِشِ [1]

ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں قطعی طور پر منافقوں کو جھوٹا کہتا ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے کہ مکھی آپ کے جسم پاک پر بیٹھے۔ کیونکہ وہ نجاست سے ملوث ہوتی ہے، سو وہ کس طرح نہ محفوظ رکھے گا آپ کو ایسی بیوی سے جو کہ ایسی برائی سے ملوث ہو۔

---

[1] تفسیر مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اُسے اپنے قدموں سے نہ روندے سو جب اس بات پر کسی کو قدرت نہیں دی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپ کی اہلیہ پاک کو ملوث کرے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اطلاع دے دی تھی جبکہ آپ کی نعل پاک نجاست سے ملوث تھی اور آپ کو نعل اتارنے کو کہا۔ بسبب اس نجاست کے تو جو بیوی برائی سے ملوث ہو اُس کو نکالنے کا حکم کیوں نہ آپ کو دیا جاتا۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو قطعی طور پر یقین ہے کہ منافق جھوٹے ہیں لیکن وہابیوں کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آقا و مولیٰ سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یقین نہ تھا کہ منافق جھوٹے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر شریف پر یہ فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں سوائے بھلائی کے کچھ بھی نہیں جانتا تو یہ قول صحابہ کے نزدیک قطعی تھا یا نہ کیا آپ کے اس ارشاد کا انکار کفر تھا یا نہ۔ باقی رہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمانا۔

فَاِنْ کُنْتِ بَرِیْئَۃً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰہُ وَاِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِی اللّٰہَ[1]

ترجمہ:۔ اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری برأت ظاہر

---

[1] بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۹۶۔

کر دے گا اگر تجھ سے کوئی گناہ (صغیرہ) سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

سو یہ سیدہ کی دلجوئی اور مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ کے پیشِ نظر تھا۔ کیونکہ لفظ اَلْمَمْتِ کے معنی یہ ہیں۔

اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ اَىْ قَرَبْتِ بِهٖ یعنی اگر تو گناہ کے قریب بھی گئی ہے۔ وَقِيْلَ اَللَّمَمُ مُقَارَبَةُ الْمَعْصِيَةِ مِنْ غَيْرِ اِيْقَاعٍ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَللَّمَمُ بغیر وقوع کے مقاربۃ گناہ کو کہتے ہیں وَقِيْلَ هُوَ مِنَ اللَّمَمِ صِغَارُ الذُّنُوْبِ۔ یعنی یہ لمم میں سے ہے جس کا معنی گناہ صغیرہ ہے[1]

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد بالکل واضح ہے۔

آخر میں ہم حاجی امداد اللہ صاحب جو کہ اس طائفہ کے پیرومرشد ہیں ان کا فیصلہ ناظرین کے پیشِ خدمت کرتے ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت اور ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ (یعنی حضرت عثمان کا واقعہ) اور حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے[2]

ایک اور جواب:۔ خان صاحب نے اکثر اعتراضات میں سورتوں کے نزول میں مقدم و متوخر کا سہارا لیا ہے کیا اس

---

[1] :- حاشیہ بخاری شریف جلد ۲ صـ ۵۹۶ ۔

[2] :- شمائم امدادیہ حصہ دوئم صـ ۶۱ ۔

جگہ پر نزول میں مقدم و متوخر یاد نہیں رہا۔ سو ہم یاد دلا دیتے ہیں۔ سورہ نور جس کی بعض آیات واقعہ افک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورہ سے پہلے سورہ احزاب نازل ہو چکی تھی جس میں ازواجِ پاک کی شان میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی۔ دیکھو تفسیر اتقان لاامامنا السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۲۵۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ؕ[1]

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج تمہیں ہر قسم کی نجاست سے پاک فرما دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللہ کر گذرتا ہے جو ارادہ فرماتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ واقعہ افک سے پہلے ازواج پاک کے حق میں آیت تطہیر نازل ہو چکی تھی کیا سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واقعہ افک کے موقع پر یہ آیت بھول گئے تھے جو کہ ازواج کی پاکیزگی کی قطعی دلیل ہے کیا اس آیت کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کا یقین نہ تھا۔

اعتراض:۔ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ؕ[2]

---

[1] :۔ پ ۲۲ الاحزاب ع آیت ۳۳۔

[2] :۔ پ ۷ الانعام ع ۱۴ آیت ۶۸۔

ترجمہ :- اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو مزاح اڑاتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر بھلادے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالموں میں۔

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف شرع مجالس میں شریک ہونے اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ملی ہے۔

جواب :- خان صاحب نے ترجمہ میں تحریف کی ہے مع القوم الظلمین کا ترجمہ تو کافر اور مشرک لوگوں کی مجالس دوسرے یہ حکم دنیاوی حیات میں بنفس نفیس شریک ہونے کے بارے میں ہے کیونکہ آپ کی حیات ظاہرہ میں خلاف شرع کوئی مجلس ہوتی ہی نہ تھی۔ لہٰذا نیک اور پاک مجالس میں شریک ہونے اور دیگر مجالس کا اپنی جگہ خاص سے معائنہ فرمانے کے منافی نہیں۔

اعتراض :- خان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر فِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلایئے کہ مختلف قسم کے اور گوناگوں عذاب دنیا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں ظاہر اور نازل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ[2]

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

---

[1] :- تسکین الخواطر ص۲۲۔ [2] :- پ الانفال پ۹ آیت ۳۳۔

جواب:۔ اس عذاب سے عذاب استیصال مُراد ہے جو کہ قیامت تک نہیں آسکتا اور اگر عذاب کو عام رکھا جائے تو یہ حکم دنیاوی حیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

اعتراض:۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں حاضر ہیں تو ثابت ہوا کہ کسی بھی مردہ کو عذاب قبر نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم آپ کی موجودگی میں سزا نہیں دیتے۔[۱]

جواب:۔ بیشک جس قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود رونق افروز ہوتے ہیں بوقت سوال منکر نکیر، وہ شخص ہرگز معذب نہیں بلکہ اس کو ارشاد ہوتا ہے نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ سو جا جیسا کہ ایک دُلہن سوتی ہے باقی رہا منافقوں اور کافروں کا معاملہ تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حصول نفع کے لیے ایمان شرط ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بری مجالس بری جگہوں مشرکین کے گھر اور قبروں میں اور ہر وہ جگہ جہاں آپ کا بنفس نفیس حاضر ہونا کسرِ شان ہے بایں معنی حاضر و ناظر ہیں کہ ایسے تمام مقامات آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ اپنے آستانہ عالیہ سے اُن کا معائنہ اور مشاہدہ فرماتے ہیں جیسا سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے لیے روئے زمین ہے، اسی لیے امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ الباری نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِیْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ کیونکہ جو تعلق اہلِ اسلام کے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں اگر علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عقیدہ کے مطابق روح انور علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وہابیوں کے

---

[۱] تسوید النواظر صـ ۱۲۵۔

گھروں میں موجود نہیں تو انہیں فکر کرنا چاہیئے کہ وہ کونسے گروہ میں سے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ پر اعتراضات :

خان صاحب فرماتے ہیں اَلَمْ تَرَ کا معنی ہے اَلَمْ تَعْلَمْ یَا مُحَمَّدُ بِاِعْلَامِیْ اِیَّاکَ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میرے بتلانے سے آپ کو معلوم نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اَلَمْ تَرَ کا اطلاق ہوا۔ [1]

جواب :۔ خان صاحب اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ جس واقعہ پر اَلَمْ تَرَ داخل ہوا ہے وہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد۔ اس بات پر تو خود قرآن مجید شاہد ہے کہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے بعد ہی مذکور ہے تو خان صاحب کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا تو آپ نے جان لیا تو بتلانے سے پہلے اَلَمْ تَرَ سے استفہام کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ۔ [2]

کیا آپ نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کے رب کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا۔

اس آیت میں الذی کے ساتھ اس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشار الیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ چونکہ روایت ثابت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واقعہ کو اِذْ قَالَ سے شروع فرمایا ہے اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ اذ سے ماقبل اُذْکُرْ فعل مقدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ یاد کریں جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اور یاد دلانا جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ

---

[1] تسویۃ النواظر ص ۱۳۹ ۔ [2] پ ۳ البقرۃ ع ۳۵ آیت ۲۵۸۔

واقعہ دیکھا ہو۔

اور سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۝ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ [1]

ترجمہ :۔ ہم آپ کے سامنے اچھا قصہ بیان فرماتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اور اگرچہ آپ اس بیان سے پہلے اس قصہ سے غافل تھے۔

یہ جو فرمایا وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۔ چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن توجہ اس طرف نہ تھی اسی لیے اللہ تعالےٰ شروع میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ يُوْسُفُ یعنی یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے کہا۔

اگر کوئی کہے کہ اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔ پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اتنی ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو بغیر حکم الٰہی اللہ تعالیٰ کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جن آیات قرآنیہ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں موجود نہ تھے مثلاً۔

○ —— وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ [2]

تو نہ تھا پاس ان کے جب انہوں نے معاملہ پر اتفاق کیا۔

---

[1] :۔ پ ۱۲ یوسف ع ۱ آیت ۳۔

[2] :۔ پ ۱۳ یوسف ع ۱۱ آیت ۱۰۲۔

○ — وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ۔[1]

اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں۔

○ — وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ۔[2]

اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے۔

(کنزالایمان شریف)

○ — وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔[3]

طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا۔ (کنزالایمان شریف)

یہ سب آیات عالم جسمانی کے پیش نظر ہیں اور عالم روحانی کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ جو بھی واقعات پیش آئے آپ ان پر حاضر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔[4]

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر (نبی) ثابت ہوں۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔[5]

---

[1] پ ۲۰ القصص ع ۵ آیت ۴۵۔ [2] پ ۳ آل عمران ع ۴ آیت ۴۴۔

[3] پ ۲۰ القصص ع ۵ آیت ۴۴۔ [4] پ ۱۸ الفرقان ع ۱ آیت ۱۔

[5] پ ۲۲ سبا ع ۲ آیت ۲۸۔

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ارشاد فرماتے ہیں۔

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ[1] ابن سعد عن قتادہ۔ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔

میں پیدائش کے لحاظ سے تمام انسانوں سے اوّل ہوں اور بعثت کے لحاظ سے آخر۔

علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔

بِاَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ حَقِيْقَةً تَقْصُرُ عُقُوْلُنَا عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَاَفَاضَ عَلَيْهَا وَصْفَ النُّبُوَّةِ مِنْ ذَالِكَ الْوَقْتِ فَكَانَ هٰذَا لَهُ بَاطِنًا ثُمَّ ظَهَرَ[2]

یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اُس کی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ کو وصف نبوۃ عطا فرمایا پس یہ از روئے باطن تھا پھر آپ کا ظہور ہوا۔

ایک دُوسری روایت میں ہے۔

كنت نبيًا وآدم بين الروح والجسد۔ قال الشيخ حديثٌ صحيحٌ[3]

یعنی میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

---

[1]: السراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۳ صـ۱۰۳۔

[2]: السراج المنیر جلد ۳ صـ۱۰۳۔ [3]: السراج المنیر جلد ۳ صـ۱۰۳۔

قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نبیا لم یقل کنت انسانًا ولا کنت موجودًا اشارۃ الی ان النبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم کانت موجودۃ فی اول الخلق الزمان فی عالم الغیب دون عالم الشھادۃ فلما انتھٰی الزمان بالاسم الباطن الٰی وجود جسمہٖ وارتباط الروح بہٖ صلی اللہ علیہ وسلم انتقل حکم الزمان فی جریانہٖ الی الاسم الظاھر فظھر بذاتہٖ جسمًا وروحًا فکان الحکم لہٗ باطنا اولا فی کل ما ظھر من الشرائع علی ایدی الانبیاء والرسل۔[1]

ترجمہ:۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے کنت نبیا فرمانا اور نہ فرمانا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمایا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت اول زمانہ سے عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں جب آپ کا وہ باطن کا زمانہ ختم ہوا تو آپ جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ پس روز اول سے باطنی طور پر آپ ہی کا حکم تھا اُن تمام شرائع میں جو انبیاء اور رسولوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔

اور علماء اہلِ سنت نے اس آیت (وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ) سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت اعمال پر جو استدلال کیا ہے وہ حق ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ رویت صاف طور پر مذکور ہے جس کے دو فاعل ہیں ایک اللہ تعالےٰ جس کا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی

---

[1] :۔ شرح جامع صغیر للمناوی۔

نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپ کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کے دکھانے سے ہے اور یہ دیکھنا آپ کے لوازمات نبوت میں سے ہے۔ لہٰذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان کے مطابق ہے۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ یہ "آیت صرف منافقوں کے اعمال کی رویت پر دلالت کرتی ہے" غلط ہے۔ کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا ہے، لیکن حکم عام ہوتا ہے ورنہ تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سوائے منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے اور جس آیت میں اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے وَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومنین بھی حاضر و ناظر ہیں کیا خان صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنین میں مرتبے کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں۔ مومنین کے حق میں رویت بمعنی علم ہے وہ بھی باطلاع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خان صاحب خود ہی مشاہد کے معنوں میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام انسانوں کے بارے میں ایک ہی لفظ استعمال ہو تو اس کا ترجمہ ہر ایک کی شان کے مطابق کرنا چاہیئے اور یہ قاعدہ بھی درست ہے لیکن اس مقام پر خان صاحب فرق مراتب کا بالکل خیال نہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام مومنوں میں اس صفت کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوا۔"[1]

---

[1] : تسوید النواظر ص ۱۳۲ ۔

یہ بات خان صاحب نے مولانا محمد عمر دامت برکاتہُم کے اس قول پر کرادیا، کرام بھی دیکھیں گے تمہارے اعمال اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے۔ حالانکہ مومنین کاملین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور نقلاً درست ہے حدیث پاک میں ہے۔

اتقوا فراسۃ المومن انہٗ ینظر بنور اللہ۔

یعنی مومن کی فراست سے ڈرو وُہ اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے۔

علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے۔

کہ بوجہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے۔ حقائق مومن پر روشن ہو جاتے ہیں مافی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے۔[لہ] لیکن باوجود اس کے پھر بھی مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں۔

اہلسنّت کی دلیل اور گکھڑوی کا اعتراض

اہلِ سُنّت کا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال اور وہابیہ نجدیہ کا اعتراض۔

اہلِ سُنّت کا ایمان ہے کہ سیدنا ومولٰنا، ہادینا، مرشدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں اور عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو ہر وقت ہر آن اپنا فیضِ رحمت پہنچانے والے ہیں۔

عارف باللہ علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

لہ:۔ شرح جامع صغیر جلد ا صـ ۱۴۳۔

فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ولولا رحمۃ بنا ما بقی منا احد۔ لہ

ترجمہ :۔ پس ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اگر آپ کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

لیکن خان صاحب فرماتے ہیں۔

"بلاشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کی اصلاح وفلاح کے لیے بھیجا ہے اور آپ کا رسول بنا کر بھیجنا خدا تعالیٰ کی تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے" ۲ہ

جواب :۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خان صاحب عالمین کا مفہوم اور معنی نہیں جانتے۔ دوسرے بھیجنے کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں۔ اگر بھیجنے سے آپ کا جسم پاک کے ساتھ تشریف لانا اور مبعوث ہونا مراد ہو تو آپ کی بعثت کے ماقبل والوں کو شامل نہیں کیونکہ عالمین کا اطلاق ماسوا اللہ کے سب پر آتا ہے۔ اس لیے خان صاحب کا معنی درست نہیں بنتا۔ جب تک نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود پاک کو خواہ عالم باطن میں ہوں خواہ عالم ظاہر میں رحمت نہ تسلیم کیا جائے ہرگز ہرگز رحمۃ اللعالمین کا مفہوم نہیں بنتا اور حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ آپ کا وجود ہی رحمت ہے اول خلق سے زمانہ بعثت تک عالم غیب میں آپ رحمت تھے۔ جب جسم پاک کے ساتھ عالم ظاہر میں تشریف لائے تو آپ رحمت اور جب عالم برزخ میں تشریف لے گئے پھر آپ رحمت۔ لہٰذا آپ

لہ :۔ تفسیر صاوی جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ ۔ ۲ہ :۔ تسویۃ النواظر صفحہ ۱۳ ۔

رحمۃ اللعالمین ثابت ہوئے۔ سو جب یہ حقیقت ہے تو ثابت ہوا کہ کائنات کا کوئی فرد بھی آپ کے فیضِ رحمت سے محروم نہیں لیکن حصہ اپنے اپنے مقام کے مطابق۔

لہٰذا مفیض کو مستفیض کا ہر گھڑی ہر آن علم ہونا ثابت ہوا اور یہ علم بذریعہ مشاہدہ ہی ہے نہ کہ ہر وقت ہر ایک کے حال کی بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رحمۃ اللعالمین ہونا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں[1]

اہلسنت کی دوسری دلیل اور گکھڑوی کا اعتراض

اہل سنت کی دوسری دلیل اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔[2] خان صاحب اس پر ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بالفرض اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہے تو آپ صرف محسنین کے لیے حاضر و ناظر ہوں گے[3]

جواب: المحسنین کی قید سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کے بالکل قریب نہیں کیونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے ورنہ قرآن مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہو گا۔

ان اللہ مع المتقین۔ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

---

[1] ۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۹۶۔ [2] ۔ پ الاعراف ع آیت ۵۶۔

[3] ۔ تسکین الخواطر ص۳۶۔

ان اللہ مع المحسنین۔ اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

ان اللہ مع الصبرین۔ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

کیا ان آیات کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہرگز ہرگز نہیں، کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔

ثابت ہوا کہ متقین محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص نوعیت کا ساتھ ہے۔ ورنہ عام معیت سب کو حاصل ہے۔

ایک معمہ اور اس کا حل:۔ خان صاحب ہر جگہ اور بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گندی مجالس میں بلکہ جس گھر میں فوٹو ہوں وہاں حاضر نہیں ہوتے کیونکہ ایسی مجالس اور ایسے گھروں سے تو فرشتے بھی بھاگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج دیکھئے ہر گھر صنم کدہ اور بت خانہ بنا ہوا ہے اور ان بتوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود و حاضر ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خان صاحب نے صرف فوٹو کا تو ذکر کر دیا لیکن دو چیزیں اور بھی تو ہیں جن کی موجودگی سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے چہ جائیکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ دو چیزیں یہ ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں داخل ہوتے اس گھر میں فرشتے ہوں جس میں فوٹو یا کتا یا جنبی آدمی یعنی جس پر غسل فرض ہو۔ اس حدیث کو بھی یاد رکھیں اور اس طائفہ وہابیہ کے غوث الاعظم رشید احمد گنگوہی کی بھی سنیے وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ایک رات حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی[1]

---

[1] تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۱۴۔

ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ کون سچا ہے یا چیلہ!

ماکنت تقول فی ھذا الرجل پر اعتراض

جب کوئی آدمی یا مقام یا کوئی بھی چیز مشہور و معروف ہو یا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا جائز اور صحیح ہے۔ اگرچہ وہ پاس حاضر اور موجود نہ بھی ہو اور گویا استعمال عام کے مقابلہ میں قلیل ہے لیکن ہے ضرور۔ [1]

جواب :۔ مطول کی عبارت ویجوز علی قلۃ بلفظ الحاضر قال ھذا الرجل وان کان غائبا۔ یعنی کبھی کبھی حاضر کے لفظ سے غائب کو بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے ہم کو اختلاف نہیں۔ سوال تو صرف یہ ہے کہ لفظ ھذا کا موضوع لہ کیا ہے اس کا جواب مطول کی مذکورہ عبارت میں ہی موجود ہے کہ صاحب مطول نے لفظ حاضر بول کر اس کی مثال ھذا الرجل دی ہے ثابت ہوا کہ لفظ ھذا کا حقیقۃً استعمال حاضر کے لیے ہی ہے۔ جب حقیقت اور اصل سے تجوز اور عدول پر کوئی دلیل یا قرینہ قوی موجود نہ ہو عدول ہرگز جائز نہیں۔ لہٰذا حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبر میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔ ہماری اس تقریر سے خان صاحب کے دیگر دلائل اور مثالیں ھبا منثورا ہو گئیں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلت علی تقدیر صحتہ یحتمل ان یکون مفید البعض دون بعض والاظھر ان یکون مختصا بمن ادرکہ فی

---

[1] :۔ تسوید النواظر صفحہ ۱۳۶۔

حیا ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام و تشرف بجدیۃ طلعتہ الشریفۃ۔[1]

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں بالتقدیر صحیح ہونے اس بات لیعنی دکھائے جاتے ہیں مقبور کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے احتمال ہے کہ آپ کا دکھایا جانا بعض کو مفید ہو اور بعض کو مفید نہ ہو۔ ظاہر بات یہ ہے کہ یہ معاملہ خاص ہے اُن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیات مبارک میں پایا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

بہرحال یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جواب ہماری طرف سے ہے نہ کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کہ معلوم سرکار جو تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے، شریعت نے کچھ تفصیل نہ فرمائی۔ خان صاحب کو مفید نہیں کیونکہ اس میں تفصیل کی نفی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقبور کے سامنے حاضر ہونے کی۔

اور خان صاحب نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبروں پر حاضر ہونے پر جن واقعات سے استدلال کیا ہے۔ ان کا جواب امام الاحناف علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیا ہے۔

قلنا کان لہ حق التقدم فی الصلوٰۃ لقولہ تعالیٰ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم ولہ ولی حق الاعادۃ۔[2]

---

[1]:۔ مرقات جلد اص ۱۴۹۔ [2]:۔ شرح النقایہ لعلی قاری جلد اص ۱۳۹۔

ترجمہ:۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کے معاملہ میں حق تقدم حاصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم اور ولی کو نماز کے اعادہ کا حق ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کا آپ کو جنازہ کی اطلاع نہ دینے میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حق تلفی بھی تھی اور میت کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے محروم رکھنا بھی تھا اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کوئی میت دفن نہ کیا کرو کیونکہ میری دعا میت کے لیے رحمت ہے لہٰذا یہ قبر میں حاضر ہونے کے خلاف نہیں۔ خان صاحب کا یہ کہنا کہ فریق مخالف آپ کی موجودگی میں خود کیوں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں نماز خود پڑھاتے ہو خطبہ خود پڑھتے ہو فتویٰ خود دیتے ہو سو یہ قول جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ اور ایسے سب امور دنیاوی حیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا اس دارالتکلیف سے روپوش ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام کے مکلف ہیں۔ کیا مفروض کی تنفل کے پیچھے عبادت جائز ہے۔ ایسی لچر باتیں کرنا تو صرف فقدان عقل کی دلیل ہے۔

گکھڑوی کا عبدالمصطفیٰ یا عبدالرسول یا عبدالنبی ہونے سے اظہار بیزاری

"خان صاحب" اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبدالمصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

کا جواب یوں دیتے ہیں۔

ہم تو ہیں اللہ کے بندے سبھی، تو ہے عبد المصطفیٰ پھر ہم کو کیا۔

بالکل درست ہے، کیونکہ برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ خان صاحب کیا سارا طائفہ ہی اس منصب عالی سے ازلی طور پر محروم ہے، کیونکہ عبد المصطفےٰ ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور ہر ایک بدنصیب کا حصہ بھی نہیں، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اولیاء کرام سبھی عبد المصطفےٰ ہیں، سوائے منافقوں اور مشرکوں کے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔[1]

یعنی اے نبی آپ فرمادیں کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کرلی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ اس طائفہ کے قطب وقت رشید احمد صاحب کے پیر و مرشد ہیں فرماتے ہیں۔

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں اس لیے عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جیسا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علے انفسھم الآیۃ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا قرینہ بھی انہی معنوں کا ہے، آگے فرماتا ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو فرماتا رحمتی تاکہ مناسب

[1] پ ۲۴ الزمر ع ۲ آیت ۵۳۔

عبادی کے ہوتی۔ [۱]

بلکہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو مجمع صحابہ میں منبرِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رونق افروز ہوکر اپنے عبدالنبی ہونے کا اقرار کیا اور تمام صحابہ خاموش رہے کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوئی گویا یہ بات سب صحابہ کو مقبول ہے الفاظ یہ ہیں۔

قد کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت عبدہٗ وخادمہٗ۔ [۲]

تحقیق تھا میں ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور تھا میں آپ کا بندہ اور خادم۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطبہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی "ازالۃ الخفاء" میں نقل کیا ہے یہ الفاظ وہاں بھی موجود ہیں۔ عبدالمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے سے بیزاری تو عبداللہ ہونے سے بیزاری ہے جو عبدالمصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں وہ عبداللہ بھی نہیں جو عبداللہ نہیں۔ اسکے عبدالشیطان ہونے میں کیا شک ہے اور دیوبندی ہونے کا بھی یہی معنی ہے کہ شیطان کے بندے۔ اس بیہودہ گروہ کا ہر فرد دیوبندی ہونے پر فخر کرتا ہے اور عبدالمصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے سے بیزار ہے۔

نوٹ:۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمال عبداللہ ہونا ہی ہے اور اُمّتِ اجابت کے لیے سب سے بڑا کمال عبدالمصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونا ہی ہے۔ اس سے بڑا کمال کوئی نہیں

---

[۱]:۔ شمائم امدادیہ حصہ دوئم ص۔ [۲]:۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد ۲ ص۔

اور یہ کمال ولایت کے تمام درجات کو حاوی ہے خان صاحب کو اتنا بھی شعور نہیں کہ وصف عبد المصطفیٰ سے بیزاری تو تمام صحابہ سے بیزاری ہے اور تمام اولیاء کرام سے بیزاری ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بیزاری ہے کیونکہ ان کے عبد المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے میں کس کو شک ہے اگر آج شک ہو بھی تو کل قیامت کے روز شک دور ہو جائے گا۔

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا۔

سوال :۔ بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندے کا بندہ نہ ہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے۔

جواب :۔ اس کے معنی درست ہیں۔ رشید احمد گنگوہی۔[1]

رشید احمد جو کہ خان صاحب گکھڑوی کے نزدیک قطب الوقت ہیں۔[2]

کے جواب سے ثابت ہوا کہ کوئی وہابی نجدی عبد اللہ بھی نہیں ہے جبکہ عبد النبی نہیں۔

تشہد میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صیغۂ مخاطب سے خطاب کی وجہ

سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

" بعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت در ذوات

---

[1] :۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۹ ۔ [2] :۔ تسوید النواظر ص ۱۲۷ ۔

مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد
وازیں شہود و غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت منور و فائض گردد۔ [۱]

یعنی عارفین میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حضور کی حقیقت تمام موجودات کے تمام افراد میں سرایت کیے ہوئے ہے اور نبی اکرم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے اس حقیقت اور شہود سے غافل نہ ہو تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فائض ہو۔

اہل سنت نے اس صیغہ خطاب سے بھی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے خان صاحب گکھڑوی اس کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۲۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔" [۲]

یعنی اہل سنت کا تشہد میں خطاب سے استدلال ہرگز درست نہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ خان صاحب اس روایت کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں ورنہ اس کا یا اس جیسی دیگر روایات کا سہارا نہ لیتے۔

امام الاحناف علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اما قول ابن مسعود کنا نقول فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علیک ایھا النبی فلما

---

[۱]: اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۴۰۱ ۔ [۲]: تسکین الخواطر ص ۱۷۱ ۔

قبض علیہ السلام قلنا السلام علی النبی فھو روایۃ ابی عوانہ وروایۃ البخاری الاصح منھا بکنیت ان ذالک لیس من قول ابن مسعود بل من فھم الراوی عنہ ولفظھا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی فقولہ قلنا السلام یحتمل انہ اراد بہ استمررنا بہ علی ما کان علیہ فی حیاتہ ویحتمل انہ اراد عرضنا عن الخطاب واذا احتمل اللفظ لم یبق فیہ دلالۃ کذا ذکرہ ابن حجر[1]

ترجمہ:- لیکن ابن مسعود کا قول کہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے تھے جب آپ کی وفات ہو گئی تو ہم نے السلام علی النبی پڑھا یہ ابی عوانہ کی روایت ہے اور بخاری شریف کی روایت زیادہ صحیح ہے اُس سے جس نے بیان کیا کہ یہ قول ابن مسعود کا نہیں ہے بلکہ اِس کو روایت کرنیوالے نے سمجھا ہے اور اُس کے الفاظ ہیں کہ جب آپ وفات پا گئے (راوی کا کہنا ہے) ہم نے پڑھا سلام ہو یعنی نبی پر (السلام علی النبی پڑھا) اس میں احتمال ہے کہ مراد اُن کی یہ ہے کہ ہم اسی طرح پڑھتے رہے جس طرح آپ کی حیات میں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اُن کی یہ ہو کہ ہم نے وفات کے بعد صیغہ خطاب عرض کیا اور جب لفظ میں احتمال ہو تو اس میں دلالت باقی نہیں رہتی اسی طرح ذکر کیا ابن حجر نے فتح الباری میں۔

[1] لہ:- مرقات جلد ۲ ص ۳۳۲۔

لہٰذا یہ روایات اہلِ سنت کو مضر اور خان صاحب کو مفید نہیں۔

خان صاحب گکھڑوی کا مدارج النبوت اور احیاء العلوم کی عبارت کو نہ سمجھنا

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی[1]

ترجمہ:۔ یعنی اپنے قلب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی کو حاضر کر اور کہہ سلام علیک ایھا النبی۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تتمہ مدارج النبوت جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن او را و درود بفرست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو۔

ترجمہ:۔ ذکر کر اور درود پڑھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حالت ذکر میں ایسا رہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے حاضر ہیں۔

خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں اقرار کیا ہے۔

"دل میں حاضر اور تصور باندھ کا معنی تو جانتے ہی ہوں گے اگر جناب

[1] احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور باندھنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کو اسی طرح سمجھئے جیسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعبد ربک کانک تراہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔[1]

خان صاحب نے امام غزالی اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کی عبارت کا مطلب سمجھانے کے لیے حدیث شریف کا جو جملہ تحریر فرمایا ہے اُس نے اہلِ سُنّت کے عقیدہ ہی کی تائید کی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہ اس چیز کے پیشِ نظر ہے کہ نمازی بارگاہِ خداوندی کا پورا پورا ادب رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں۔ کیونکہ حجاب صرف نمازی کی طرف سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر ہے۔ اسی طرح امام غزالی اور شیخ محدث دہلوی نے عوام کو بارگاہِ رسالت کے آداب کو ملحوظ رکھنے کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ جب ذاکر نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دل میں یا سامنے حاضر یقین کرے گا تو آداب بھی ملحوظ رہیں گے۔ امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول میں ایک قدرِ مشترک ہے۔ وہ آداب کا لحاظ ہے۔ سو اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں تو لحاظ ادب چہ معنی دارد۔

لہٰذا اس قدرِ مشترک نے یہ بات ثابت کر دی کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و موجود ہیں۔ حجاب اگر ہے تو ذاکر اور نمازی کی طرف سے ہی ہے ورنہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی حاضر موجود نہیں

---

[1] تسکین الخواطر ص ۱۷۱

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یونہی دیکھنے کا تصور باندھنے کو ارشاد فرمایا ہے۔ یہ بات خوب یاد رہے کہ کسی ذات کا نظر نہ آنا عدم موجودگی کو مستلزم نہیں لیکن پاس ادب موجودگی کو مستلزم ہے۔

گکھڑوی کا مصنف انوار ساطعہ پر بہتان

خان صاحب گکھڑوی کا مصنف "انوار ساطعہ پر" بہتان کہ وہ "یا" حرف ندائے حاضر و ناظر مُراد لینے والے کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں۔

حالانکہ خان صاحب نے انوار ساطعہ کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے۔

"کیا ضرور کریوں کہو یہ شخص خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے"

بیشک صرف انوار ساطعہ کے مصنف کا ہی نہیں بلکہ ہمارا سب کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق کے کسی فرد کو کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا شرک و کفر ہے۔ "یا" حرف ندائے پکارنا تو صرف نجدیوں کے نزدیک ہی شرک اور کفر ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ "یا" حرف ندا کا استعمال صرف حاضر و ناظر ہی کے لیے ہوتا ہے، اہلِ سنت میں سے "یا" حرفِ ندائے حاضر و ناظر کسی نے بھی مُراد نہیں لیا۔

گکھڑوی کا حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں صاحب دامت برکاتہم پر بہتان

خان صاحب لکھتے ہیں۔ فریق مخالف ایک حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمیشہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے، حدیث مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ اور مستدرک جلد ۴ صفحہ ۴۴۹ وغیرہ میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ زوی لی الارض حتی رایت مشارقھا و مغاربھا۔[1]

ترجمہ:۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے فقیہہ العصر قبلہ مفتی صاحب نے تو اس حدیث شریف کو علم غیب کے باب میں نقل فرمایا۔

اس دروغ گوئی کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں، اس حدیث سے یہ کب اور کیوں کر ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت زمین پر ہر چیز کو دیکھتے رہتے ہیں یا اب بھی دیکھتے ہیں۔[2]

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت بھی کب اس حدیث پاک سے یہ مدعا ثابت کرتے ہیں، اگر ثابت ہو بھی جائے تو یہ طائفہ وہابیہ کب ایمان لانے والے ہیں اگر ایمان لانے کو تیار ہوں تو ہم ایک دوسری حدیث پاک سے اس مدعا کو ثابت کر دیتے ہیں۔

حافظ احادیث ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیکھئے جاء الحق صفحہ ۱۳۲، تسکین الخواطر صفحہ ۱۶۔ [2] تسکین الخواطر صفحہ ۱۶۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ[1]

ترجمہ:۔ طبرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دُنیا سے حجاب اٹھا دیا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ اس میں ہوگا قیامت تک دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

کیوں جی! خان صاحب اس حدیث پاک میں اَنْظُرُ تو مضارع کا صیغہ ہے جو کہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یعنی میں دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ جس طرح ہتھیلی میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح دُنیا اور اس میں ہونے والے واقعات میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد پھر خان صاحب لکھتے ہیں:

نیز یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے زمین سمیٹی گئی تھی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا تھا۔ کیا اگر آپ لاکھ دو لاکھ کے مجمع کو دیکھتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ ہر آدمی کو اور اس کے تمام اعضا حتیٰ کہ سر اور داڑھی کے ایک ایک بال کو بھی دیکھا کرتے ہیں؟ یا کسی پہاڑ کو اگر آپ دیکھتے ہیں تو کیا اس کے ایک ایک درخت کی ایک ایک ٹہنی اور ٹہنی کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھا کرتے ہیں۔ کہنے کو تو یہی کہا جائے گا کہ میں نے ایک بھاری مجمع کو دیکھا اور ایک بڑا

[1] :۔ مختصر مواہب اللدنیہ ص۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔[1]

ترجمہ :۔ طبرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دُنیا سے حجاب اٹھا دیا ہے اور میں دیکھ رہا اور جو کچھ اس میں ہوگا قیامت تک دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

کیوں جی! خان صاحب اس حدیث پاک میں اَنْظُرُ تو مضارع کا صیغہ ہے جو کہ زمانہ حال اور مستقبل دونوں کو شامل ہے یعنی میں دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا۔ یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ جس طرح ہتھیلی میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی طرح دُنیا اور اس میں ہونے والے واقعات میں سے کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اس کے بعد پھر خان صاحب لکھتے ہیں

نیز یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے سامنے زمین سمیٹی گئی تھی تو کیا آپ نے ہر ہر آدمی اور ہر چیز کو تفصیلاً دیکھا تھا۔ کیا اگر آپ لاکھ دو لاکھ کے مجمع کو دیکھتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ ہر آدمی کو اور اس کے تمام اعضاء حتی کہ سر اور داڑھی کے ایک ایک بال کو بھی دیکھا کرتے ہیں؟ یا کسی پہاڑ کو اگر آپ دیکھتے ہیں تو کیا اس کے ایک ایک درخت کی ایک ایک ٹہنی اور ٹہنی کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھا کرتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ہی کہا جائے گا کہ میں نے ایک بھاری مجمع کو دیکھا اور ایک بڑا

[1] :۔ مختصر مواہب اللدنیہ ص۳۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے رویت ہوئی تھی پھر یہ معلوم حافظ الحدیث کو ان کے صحابی ہونے میں کیا تردد؟ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر جاننے اور ماننے والے خود صحابی بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔[1]

جواب :- خان صاحب کی اس نقل کردہ عبارت اور ان کے دعویٰ کو غور سے پڑھیں اور شرح شرح نخبۃ الفکر کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں شرح شرح نخبۃ الفکر کی اصل عبارت یہ ہے۔

لکن ان ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء کشف عن جمیع من فی الارض فراٰھم ینبغی ان یعد من کان مومنا بہ فی حیاتہ اذ ذاک وان لم یلاقہ فی الصحابۃ لحصول الرؤیۃ من جانبہ صلی اللہ علیہ وسلم[2]

ترجمہ :- اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معراج کی رات نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ظاہر کیا گیا جو لوگ بھی زمین پر تھے پس آپ نے ان کو دیکھا سو چاہیے کہ جس شخص نے آپ کی حیات میں ایمان قبول کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کی ہو صحابہ میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تو رویت ثابت ہے۔

یہ بات حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] :- تسکین الخواطر ص۴۲ ۔ [2] :- شرح شرح نخبۃ الفکر ص۱۴۸ قدیم نسخہ۔

کے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے فرمائی ہے کہ امام نووی کہتے ہیں کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں ایمان لائے آپ کی صحبت نہ پائی اور نہ زیارت کی ایسے لوگوں کو ابن عبدالبر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب دیا ہے کہ پھر تو وہ لوگ بھی صحابہ میں شمار ہونے چاہئیں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات دیکھا اور وہ آپ کی زندگی میں ایمان بھی لے آئے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ صحابی کی صحیح تعریف حافظ عسقلانی نے یوں کی ہے۔

"واصح ما وقفت علیه من ذالك ان الصحابی من لقی النبی صلی الله علیه وسلم مومنا به ومات علی الاسلام"[1]

یعنی صحابی وہ ہے جس نے مومن ہونے کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر مرا ہو۔

اگر کا لفظ حافظ عسقلانی نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام روئے زمین کی مخلوق کو نظر سے دیکھنا تو ثابت ہے لیکن بہ صحیح طور پر ثابت نہیں کہ یہ دیکھنا شب معراج کا ہے یا کسی دوسرے وقت میں۔

قارئین حضرات اس اصل مضمون کو بھی پڑھیں اور خان صاحب کی جاہلانہ تقریر اور بے دلیل دعویٰ بھی ملاحظہ فرمادیں۔

اس کے بعد خان صاحب گکھڑوی یوں لب کشائی فرماتے ہیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک حدیث کے پیش نظر صراط مستقیم وغیرہ میں صوفیاء کرام کی ایک اصطلاح کو نہ سمجھتے ہوئے یہ لکھا ہے اور یہ حدیث

[1] الاصابہ جلد ۱ ص ۱۰۔

قدی کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا ایک اور روایت کی رُو سے ولسانہ الذی یتکلم بہ اسی حالت کی حکایت ہے اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو خدا کی طاقت سے دیکھتا، سُنتا اور چھوتا اور بولتا ہے یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دُور نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فنا فی اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جاویں تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر فنا فی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوئے۔ بلفظہٖ جاء الحق ص۱۳۱[1]

گھکڑوی صاحب کا احمقانہ جواب اس کے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصاریٰ کو پہلے کافر فرمایا اور پھر ان کا عقیدہ بتلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فنا فی اللہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ میں حلول کر گئے ہیں، ان میں اور اللہ تعالیٰ میں کامل اتحاد ہو گیا ہے[2]

جواب: "سبحان اللہ" خان صاحب جہالت کے تپلے ثابت ہوئے۔ نصاریٰ کا جو عقیدہ لکھ مارا ہے کیا اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے سکتے ہیں، کیا کسی مفسر قرآن نے یہ بات لکھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ[3]

---

[1] :۔ تنویر النواظر ص۱۴۸ ۔ [2] :۔ تنویر النواظر ص۱۴۸ ۔

[3] :۔ پ المائدہ ع آیت ۱۷۔

خان صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو مسیح ابن مریم میں حلول کر گیا ہے[1]

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن، کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی فردِ مخلوق میں حلول کرنے کا عقیدہ رکھنا اور بات ہے جو کہ صریح کفر ہے اور مخلوق کے کسی فرد کا فنا فی اللہ ہونا اور بات ہے جو کہ عین مطلوب خداوندی ہے اس امر کی تحقیق ہم اس طائفہ ضالہ کے گھر سے ہی پیش کر دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

فان العبد بعد الفناء المطلق الذی هو فناء الذات دفنا الصفات يخلع عليه وجود الحقانی حتی يتشرف بذالك الوجود بالاوصاف الالهية ويتخلق بالاخلاق الربانية وفی هذا المقام يحقق مرتبة بی يسمع وبی يبصر وبی يبطش وبی يمشی وبی يعقل[2]

ترجمہ:۔ پس بیشک عابد کو بعد فنا مطلق کے جو کہ فنا ذات اور صفات ہے وجود حقانی کی خلعت عطا ہوتی ہے کہ بندہ اس خلعت کی وجہ سے اوصاف الہیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس میں اخلاق ربانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس مقام میں پہنچ کر صحیح حدیث کے معنی

---

[1] ۔ تسویۃ النواظر ص ۱۷۹ ۔ [2] ۔ انتباہ فی سلاسل اولیا ص ۵۲ ۔

محقق ہوتے ہیں کہ مجھ سے سنتا مجھ سے دیکھتا مجھ سے پکڑتا اور مجھ سے چلتا اور مجھ سے سمجھتا ہے۔

اب خان صاحب بتائیں کہ جو معنی حدیث قدسی کے مفتی احمد یار خان صاحب دامت برکاتہ نے بیان فرمائے ہیں وہ معنی شاہ ولی اللہ صاحب سے منقول ہیں یا نہیں اگر مفتی صاحب صوفیاء کرام کی اصطلاح کو نہیں سمجھے تو کیا شاہ ولی اللہ صاحب بھی جاہل ہیں اور یہ تحقیق بھی ولی اللہ صاحب کی اپنی نہیں بلکہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں، کیا خان صاحب کے فتویٰ کفر کی زد میں یہ دونوں بزرگ آتے ہیں یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً ہے تو حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کا قصور کیا۔

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں

فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ذیل کی حدیث سے قیاس کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت ایک مرتبہ حضرت بلال سے پوچھا کہ تم نے اسلام میں کونسا مقبول کام کیا ہے؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی ہے!!

جواب :- چونکہ خان صاحب نے اپنی تحریر میں قیاس کرنے والے کا ذکر نہیں کیا لہٰذا ہر کس و ناکس کی بات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

خان صاحب السنت کی بارھویں دلیل کے جواب کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

فریق مخالف کہا کرتا ہے کہ ایک حدیث اس مضمون کی آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کے کان دیئے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھتا ہے وُہ فرشتہ سن لیتا ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ لڑتی ہے تو جنت میں حور اس کی آواز کو سن لیتی ہے اور اس لڑاکی عورت کو کہتی ہے، اپنے خاوند کو تکلیف نہ دے تیرا تو تھوڑے دن کا مہمان ہے اصل میں وُہ تو میرا خاوند ہے[1]

جواب: خان صاحب سے جب ان دونوں حدیثوں کا جواب نہ بن پڑا تو تھک ہار کر یہ کہہ دیا کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل سند نہیں۔ حدیث اول کی عبارت اور شارحین کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں اس حدیث شریف کو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور سراج منیر شرح جامع صغیر میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتا ہے۔

ان اللہ ملکا اعطاہ سمع العباد ای قوۃ یقتدر بہا علی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرہا فی ای موضع کان فلیس من احد یصلی علی الابلغنیہا۔

(طب عن عمار بن یاسر) قال الشیخ حدیث حسن[2]

بیشک اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے ایسی قوت

---

[1] تسوید النواظر ص۲۶۱۔ [2] السراج المنیر جلد ا ص۴۳۰۔

دی ہے جس سے تمام مخلوق کی باتیں سنتا ہے خواہ انسان ہو یا جن یا ان کے سوا اور چاہے کہیں بھی۔ پس جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیتا ہے روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے عمار بن یاسر سے اور فرمایا شیخ نے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کے متعلق خان صاحب کی ساری ٹیں ٹیں ہباءً منثورا ہو کر رہ گئی اور السراج المنیر کے محشی نے تو اس طائفہ وہابیہ کی خوب جڑ کاٹی ہے۔ وہ اس حدیث پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔

(قولہ ملکاً) ای واقفا علی قبری یبلغنی صلوٰۃ کل احد باسمہ واسم ابیہ وھذا لا ینافی ان غیرہ یبلغہ ذالک کالملئکۃ السائحین

یعنی فرشتہ کھڑا رہتا ہے گا میری قبر پر پہنچاتا ہے مجھے درود ہر ایک کا، اس درود بھیجنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی ذکر کرتا ہے اور یہ منافی نہیں اس کے کہ دوسرے فرشتے بھی درود پاک پہنچاتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا شان عطا فرمائی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردلی کو کہ وہ جانتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا نام کیا ہے اور وہ کس کا بیٹا ہے۔

[۳۹] دوسری حدیث ابن ماجہ باب فی المرأۃ تؤذی زوجھا میں پر موجود ہے جس کے راویوں میں ناقدین نے کلام کیا سو اگر اس حدیث کو سب سے کم درجہ دیا جائے تو صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ناقدین میں سے سب سے متشدد ابن جوزی ہیں جو کہ ایک معمولی شبہ پر بھی حدیث کو موضوع قرار دے دیتے ہیں ان ہی ابن جوزی نے ابن ماجہ کی جو تنقیص احادیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے لیکن یہ حدیث ان میں شمار نہیں۔ ابن جوزی کے علاوہ بھی ساٹھ احادیث پر حفاظ نے موضوع

اور باطل ہونے کا حکم لگایا ہے یہ حدیث اُن میں بھی شامل نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث موضوع اور باطل نہیں باقی رہا ضعف کا درجہ سو باب فضائل میں ضعیف حدیث کے مقبول ہونے پر ائمہ احادیث کا اتفاق ہے اور جو کوئی ابن ماجہ کی احادیث کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہیے وُہ ماتمس الیہ الحاجہ۔ محمد عبدالرشید نعمانی کی تصنیف کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب نے اپنی کتاب تنویر النواظر ص۱۸۲ پر مواہب الدنیہ کی حدیث کے بارے میں جو دھوکا دیا ہے اُس پر ہم اپنی کتاب ص۹ پر مواخذہ کر آئے ہیں۔

توثیقِ حدیث کر سکتے ہیں رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بذاتِ خود درود پاک بروز جمعہ۔

خان صاحب گکھڑوی بحوالہ جاء الحق حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔

فانی اسمع صلوتکم بلا واسطۃ یعنی میں تمہاری طرف سے درُود کو بلا واسطہ سُنتا ہوں تو یہ بالکل بے سند اور بے اصل ہے ایسی بے سروپا روایتوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔[1]

جواب :- میں کہتا ہوں کہ کسی وہابی نجدی کے کہنے سے تو کوئی روایت بے سند اور بے اصل نہیں ہو سکتی جب کہ ائمہ کرام سے اس کا بے اصل ہونا ثابت نہ کیا جائے۔

امام علی نور الدین حلبی صاحب سیرۃ حلبیہ اپنے رسالہ تعریف اہل الاسلام والایمان جو کہ جواہر البحار جلد ثانی ص۱۱۱ پر درج ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

وردفی صحیح الاخبار ان اللہ تبارک وتعالٰی وکل ملکا یقتبس

---

[1] :- تنویر النواظر ص۱۸۳۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغہ الصلوٰۃ والسلام من المصلی والمسلم علیہ ذاتہ لیلۃ الجمعۃ ویومہا یسمع ذالک بنفسہ ویرد بکل حال[1]

ترجمہ :- صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالٰے نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہ آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے جمعہ کی روز و شب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود سنتے ہیں اور بہر حال جواب دیتے ہیں۔

انصاف قارئین کرام خود فرمادیں کہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور خان صاحب گکھڑوی فرمادیں کہ بے اصل اور بے سند ہے۔ ثابت ہوا کہ آئمہ دین کے نزدیک اس حدیث کی اصل اور سند ثابت ہے اور سند ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سند سرے سے ہے ہی نہیں۔ خان صاحب خود جمعہ کے روز اپنے وعظ میں ہمیشہ حدیثیں بیان فرماتے رہتے ہیں کیا ہر حدیث کی اصل اور سند بھی پڑھ کر سناتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی تمام احادیث بے سند مذکور ہیں تو کیا مشکوٰۃ غیر معتبر ہے۔

دلائل الخیرات کی روایت :- خطبہ دلائل الخیرات میں یہ روایت موجود ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم میں محبت والوں کے درود شریف کو خود سنتا ہوں۔ خان صاحب فرماتے ہیں یہ بھی بے سند اور بے تحقیق روایت اور جعلی و من گھڑت ہے[2]۔

---

[1] :- جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ ۔ [2] :- تنقید النواظر صفحہ ۱۸ ۔

جواب :- خالف صاحب دلائل الخیرات اور اس کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور شان سے بالکل جاہل ہیں ورنہ اس حدیث شریف کو جعلی اور من گھڑت قرار نہ دیتے ہم مؤلف دلائل الخیرات کا مختصر حال عرض کرتے ہیں۔

دلائل الخیرات کے مؤلف عارف کامل ابو عبداللہ محمد بن سلیمان ابن ابوبکر بن سلیمان الجزولی المغربی المالکی رضی اللہ عنہ ہیں مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں مؤلف کا مختصر تذکرہ یوں مذکور ہے۔

مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب فلک فضل وکمال مرکز دائرہ شرف واجلال سلالۂ خاندان نبوی سید حسینی مولانا سید عبداللہ بن سلیمان جزولی درشہر فاس کہ از بلاد مغرب است تحصیل علوم وکمالات نمودہ ودر آن شہر مقتدای اکابر و علمای کرام بودہ وتالیف کرد آنجا کتاب دلائل الخیرات۔

لیکن آپ کے زمانہ کے علماء کرام میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت میں کلام نہیں کیا۔ مؤلف کا وصال آٹھ سو بیس صدی ہجری میں ہوا ہے آج تقریباً چھ سو سال گذر گئے کہ یہ کتاب بابرکات علماء ربانیین اور اولیاء کاملین کے اوراد میں داخل ہے اور ان میں سے بھی کسی کو اس روایت میں کلام نہیں اور بڑے بڑے اجل علماء اور صوفیاء نے اس کی شرح بھی کی ہے جن میں الشیخ محمد المہدی الفاسی جو کہ ۱۱ صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ اور محمد فاضل بن محمد عارف سیف الدین دہلوی بھی ہیں۔ کسی شارح نے بھی اس روایت پر نکتہ چینی نہیں کی۔ بالخصوص اس طائفہ وہابیہ کے پیشوا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے خود بھی اس کتاب کو اپنے اوراد میں شامل رکھا اور مریدین کو بھی تلقین فرماتے[1] اور شاہ ولی اللہ صاحب نے انتباہ فی سلاسل کے آخر میں اس کی

---

[1] :- شمائم امدادیہ۔

سند یوں لکھی ہے،

اما دلائل الخیرات فاخبرنا بہا شیخنا ابو طاھر عن الشیخ احمد النخلی عن سید عبد الرحمان الادریسی الشہیر بالمحجوب عن ابیہ احمد عن جدہ محمد عن ابی جدہ احمد عن مؤلفہ السید الشریف محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ[1]

ترجمہ:۔ دلائل الخیرات کی ہم کو اجازت ہمارے شیخ ابو طاہر نے انہوں نے شیخ احمد نخلی سے انہوں نے سید عبد الرحمان ادریسی سے جو کہ محجوب مشہور ہیں انہوں نے اپنے باپ احمد سے انہوں نے اپنے دادا محمد انہوں نے اپنے باپ کے دادا احمد سے انہوں نے دلائل الخیرات کے مؤلف سید شریف محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے،

اب ہم خان صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ولی اللہ صاحب جیسے محدث اور ان کے شیوخ میں سے کسی نے اس حدیث کو رد کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، من ادعی فعلیہ البیان۔ لہٰذا اس حدیث کی سند اور اصل علماء وارثین اور صوفیاء کاملین اور محدثین عظام کے نزدیک ثابت ہے، چھ سو سال میں صرف خانصاحب ہی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو بے سند بے اصل، من گھڑت قرار دیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء صـ ۱۴۳۔

قصیدۃ النعمان کے متعلق خان صاحب کی لن ترانی

خانصاحب فرماتے ہیں۔ یہ قصیدۃ النعمان خالص جعلی اور من گھڑت ہے، حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے۔ بغیر فقہ اکبر کے ان کی اپنی دنیا میں کوئی تصنیف ہی نہیں[1]

جواب :۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ اہل سنت وجماعت میں سے کوئی بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیفات سے منکر نہیں ہوا صرف بعض معتزلہ نے انکار کیا ہے سو وہ اعتبار کے قابل نہیں امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

فقہ اکبر۔ کتاب العالم والمتعلم۔ کتاب الارسالہ۔ کتاب الوصیۃ۔ کتاب المقصود۔ یہ کتابیں اتنی مشہور ہیں کہ سند کی محتاج ہی نہیں لیکن اگر خان صاحب ان کی سند ضرور دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو قاضی ابوزید الدبوسی کی کتاب الزکاۃ کے باب زکاۃ الخارج اور ابوسہل الغزالی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض اور ابو علی الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدۃ اور ابو المنصور ماتریدی کی کتاب الزکاۃ کے باب زکاۃ السوائم اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابوالیث سمرقندی کی کتاب النکاح کے باب المہر کا مطالعہ فرمادیں۔ ان میں شرح فقہ اکبر تو عام دستیاب ہے لیکن فقہ اکبر کا ایک قدیم نسخہ اور کتاب الوصیۃ بندہ کے پاس بھی موجود ہے۔ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور

---

[1] :۔ تسوید النواظر ص۱۰۹۔

کتاب ہندوستان کے علم میں ہے، جس کا نام زبدۃ النصائح ہے اور اس کا ذکر قرۃ العین بفتاویٰ علماء الحرمین میں شیخ عبدالحفیظ بن درویش العجیمی حنفی مفتی مکہ مکرمہ نے صفحہ ۱۰ پر کیا ہے، امام اعظم کا وصال ۱۵۰ھ ہجری میں ہوا ہے، یعنی دوسری صدی ہجری کے نصف میں، اسوقت سے لیکر آج تک کسی بھی عالم سے اس قصیدہ کا انکار منقول نہیں، لہٰذا خانصاحب کو اپنی قلت علمی پر آنسو بہانا چاہیے کیا اسی مبلغ علم پر تصنیفات کا شوق گدگدایا ہے یا یہ تجاہل عارفانہ ہے۔

نوٹ :- قارئین حضرات کی خدمت میں گذارش ہے ہم نے اُن باتوں کا جواب عرض کیا ہے جو جواب کے قابل تھیں اور خانصاحب کی لایعنی باتوں کا جواب نہ تو ہمارے ذمہ تھا نہ ہی ہم ان کے جوابات کے درپے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کی راہ ہدایت پر رکھے۔

تمت هذه النسخة بفضله تعالىٰ و بفضل رسوله الكريم و ببركت اولیائه الكاملين - امين ثم امين -

اعلان :- ۱۰ روپے بطور انعام فی حوالہ اس شخص کو دیا جائے گا جو ہمارے نقل کردہ حوالہ کو غلط یا اس کی نقل میں خیانت ثابت کرے اور ایک ہزار روپیہ اس صاحب کی نذر کیا جائے گا جو ہماری اس کتاب کا لفظاً لفظاً جواب تحریر فرمادے۔

تعارف بانئ ادارہ اشاعت العلوم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔

امابعد:- عام طور پر تو یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر ہو وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ ان دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔ لیکن پروردگار عالم نے حضرت مناظر اسلام، مولانا صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء) میں ان دونوں خوبیوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک بلند پایہ مناظر تھے، وہاں طبعاً ایک صوفی باصفا اور شیخ طریقت بھی تھے۔ سرمایۂ ملت کی نگہبانی میں جہاں وہ گفتار کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی منہ بولتی تصویر نظر آتے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے عقیدت مندوں کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے۔

پیدائش محترم صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء میں مشرقی پنجاب کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے آریہ ہائی سکول سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ محکمہ ٹیلیفون میں ملازمت کی اور بعد میں تجارت میں اپنے والد محترم میاں مہرالدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں آ گئے یعنی قصبہ قلعہ دیدار سنگھ کے پاس موضع ڈیوڑھی وڑائچ میں سکونت اختیار کی۔ یہاں کچھ عرصہ آپ اپنے والد محترم کا کاشتکاری میں ہاتھ بٹاتے رہے اور والد ماجد کا اس وقت ذریعۂ معاش یہی تھا۔

حصولِ علم والد محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخوپورہ میں وارد ہوئے۔ ایک روز وہاں کے مفتی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ تو گوہر یکتا ہے۔ مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہو گئے اور آپ کو صوفی صاحب کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبندیہ

مجددیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ان کی نظر کیمیا اثر نے حضرت صوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی از خود مراد پوری کر دی کہ ان کے دل کی کائنات ہی بدل گئی، گفتار و کردار کے تمام زاویے اسلامی سانچے میں ڈھل گئے اور ہر قول و فعل پر عشقِ رسول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوقِ ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کچھ عرصہ بعد مفتی عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ کی التماس پر حضرت حاجی شیخ محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے محترم صوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لیا۔ موصوف کا آستانہ چھانگا مانگا کے قریب کھجوروال میں تھا۔ آپ نے ساڑھے تین سال مرشدِ گرامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کیے۔ پیرِ روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بنانا تھا بنایا اور جہاں تک پہنچانا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخِ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں ان کے اساتذہ میں حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)، قاضی عبد الغنی کوکب علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۸ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔ فنِ مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان کے مناظرِ اعظم شیرِ پنجاب حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرِ اعظم کی طرح یہ بھی میدانِ مناظرہ میں اپنی مثال آپ ہی تھے، ان کے مقابلے پر گمراہ گروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چھکے چھوٹ جاتے تھے۔

امامت و خطابت

صوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۵۸ء سے دھن پورہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۹۸۵ء تک متواتر ستائیس اٹھائیس سال تک اس علاقے کو رشد و ہدایت، علم و عرفان اور عشقِ رسول کے ایمان افروز دریا سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

مجددیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور اُن کی نظر کیمیا اثر نے حضرت صُوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی از خود مُراد پوری کر دی کہ اِن کے دِل کی کائنات ہی بدل گئی، گفتار و کردار کے تمام زاویے اسلامی سانچے میں ڈھل گئے اور ہر قول و فعل پر عشقِ رسُول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوقِ ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی ؎
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کچھ عرصہ بعد مفتی عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ کی التماس پر حضرت حاجی شیخ محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے محترم صُوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لیا۔ موصوف کا آستانہ چھانگا مانگا کے قریب کھجور وال میں تھا۔ آپ نے ساڑھے تین سال مرشدِ گرامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کیے۔ پیرِ روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بنانا تھا بنایا اور جہاں تک پہنچانا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخِ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں اِن کے اساتذہ میں حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)، قاضی عبد الغنی کوکب علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔ فنِ مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان کے مناظرِ اعظم شیرِ پنجاب حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرِ اعظم کی طرح یہ بھی میدانِ مناظرہ میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گمراہ گروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چھکے چھوٹ جاتے تھے۔

امامت و خطابت

صُوفی اللہ دتار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۵۹ء سے دھن پورہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۹۸۵ء تک متواتر ستائیس اٹھائیس سال تک اُس علاقے کو رُشد و ہدایت، علم و عرفان اور عشقِ رسُول کے ایمان افروز دریا سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

سے بھی محبت تھی کیونکہ آپ کے نزدیک عشقِ رسول ہی جانِ ایمان ہے جیسا کہ صحابۂ کرام نے بجا اور ہر صاحبِ ایمان کا یہی نظریہ ہے یعنی ۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

علمی ذوق

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم سے بے پناہ لگاؤ اور تحقیق کا بہت ذوق تھا، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ مال دار نہیں تھے لیکن ان کی ذاتی لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں، جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور مخطوطے بھی ہیں۔ دینِ برحق کی تبلیغ واشاعت اور حق وصداقت کی ترویج کے لیے وہ ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے ایسے شیدائی تھے کہ ایک جانب کتابیں لکھ کر حق کی حمایت میں محنت شاقہ کرتے رہتے اور دوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو صوفی صاحب ہر گمراہ گر سے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرے کے سلسلہ میں مناظرِ اعظم مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لائق شاگرد اور مرد میدان تھے۔

انفرادیت

مناظرِ اسلام مولانا صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عمر کے لحاظ سے بڑے یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے لیکن علم و عمل کے لحاظ سے اُن کا شمار صفِ اول کے علماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صوفی صاحب کی طرح اپنے علم پر پورے خلوص سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سنتِ رسول کے سانچے میں ڈھالنے والے علماء کو اگر آج چراغ لے کر ڈھونڈیں تو نہیں ملتے۔ آخری وقت تک اُن کے قدم شریعتِ محمدیہ کی پل صراط پر ذرا نہیں ڈگمگائے۔ کوئی مصلحت، لالچ یا خوف اُنہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق وصداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھکڑ یا آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ علمائے کرام میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ اُن کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ عالم باعمل تھے اور اپنے خداداد علم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ اُن کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے لیے تھا۔ وہ

اتباعِ رسول کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور سنتِ رسول کی پیروی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شیدائی تھے کہ کوئی مصلحت یا خطرہ انہیں حق بات کہنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کی اس روش کے باعث بیگانے تو بیگانے ہی ہیں بعض اوقات اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ زہرِ ہلاہل کو قند نہیں کہا کرتے تھے جیسا کہ سابق وزیرِ اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں نے ناجائز قرار دیا تھا۔

منزلِ مقصود

عالمِ دین ہونا بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزلِ مقصود نہیں ہے کیونکہ شیطان بھی بہت بڑا عالم ہے اور اہلِ سنت کے علاوہ جتنے بھی گمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں لیکن وہ سب گمراہ، بے دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے علماء کو علمائے سوء اور شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزلِ مقصود کی طرف جانے سے قاصر ہیں۔ منزلِ مقصود یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جسکو اکابر نے درست قرار دیا اور ان بزرگوں کی طرح عمل کیا جائے اور عمل مخلص اخلاص کے ساتھ ہو یعنی اس سے مقصود محض اپنے پیدا کرنیوالے کو راضی کرنا ہو اور کوئی دنیاوی غرض اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

علمائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قحط الرجال کے اس زمانے میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اس دور کے اکثر علماء دنیاداروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس کے لبادوں میں چھپے ہوئے ان مجسموں کو خدائے ذوالمنن ہدایت بخشے جبکہ یہ بزرگ جن کی بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سراپا گنہگار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنائے رکھنے پر بہت ہی خوش ہیں اور پھر اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ چمن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم روحانی منزلوں کو طے کر رہے

ہیں، یعنی :-

رہِ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیرِ کارواں بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

پہلے زمانوں میں لوگ علمی و رُوحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اتنے ہی اسلامی رنگ میں رنگے جاتے تھے اور مقدس اسلام کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمبردار جو علمِ پیمبر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مفادات ہی کے محافظ بن کر گم کردہ منزل ہو چکے ہیں، اُن کی زبانوں پر قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صرف کمانے کھانے کے لیے کاروباری طور پر، ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہیں جن کی یہ تگ و دَو محض اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے علماء کے نزدیک ہوتے ہیں اور اُن کے قول و فعل کا تضاد اُن کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلامِ الٰہی کی آیتیں اور رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ مطہرہ جاری و ساری رہتی ہیں، لیکن عملی میدان میں ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ اللہ اور رسُول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں، کیا خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا کا ان کے دلوں میں کوئی تصور موجود ہے؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ بعض اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے رقت آمیز اور درد بھرے لہجے میں بیان کرتے کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کتنے ہی حضرات ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصویر کا دُوسرا رُخ اتنا بھیانک کیوں ہے، اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جھوٹی بزرگی کا سکہ جمانے اور دکان چمکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال اُن جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں؟ عوام الناس میں سے جو اُن کے قول و فعل کا تضاد دیکھ پاتا ہے وہ زندگی بھر اُن کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں کرتا، یُوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لاتعلق ہو جاتا ہے یا گمراہ فرقوں کے علماء اُسے

اپنے حال میں چھپا لیتے ہیں، عوام الناس کے اسلام سے لاتعلق ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے:۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب منبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

حضرت صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہلِ سنت کا جان و دل سے احترام کرتے اور ممتاز علمائے کرام میں سے مفتی اعظم پاکستان قبلہ ابوالبرکات سید احمد شاہ (المتوفی [illegible] / ۱۹۷۸ء) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری (المتوفی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) مفسر اعظم پاکستان مفتی احمد یار خان گجراتی بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) مفتی محمد امین الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)، حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین (المتوفی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء)، مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء)، شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی (المتوفی ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے۔ علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علم نبوت کے وارث ہیں۔

تصانیف

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری۔ ان کا درسِ قرآن کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ پورے درس کو کیسٹوں سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہلِ سنت و جماعت کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اردو مل جائے۔ موصوف کی جو تقریریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں اگر انہیں بھی شائع کروا دیا جائے تو اچھی بات ہے۔ محترم صوفی صاحب نے جو کتابیں احقاق حق اور ابطال باطل کی غرض سے تصنیف اور شائع کروائیں، انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے۔ چند رسائل کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر۔

(۲) تخصیص الخواطر (مولوی محمد سرفراز گکھڑوی صاحب کا رد)۔

۷۸۶

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز

عظیم المرتبت ذی شاں مجدد الف ثانی ہیں — ظہورِ عظمتِ انساں مجدد الف ثانی ہیں
ہے شاداب شگفتہ آپ کے دم سے ریاضِ دیں — بہارِ روضۂ رضواں مجدد الف ثانی ہیں
ہوا مخمور ہے خود ہر دلِ حق آفریں واللہ — سرورِ بادۂ عرفاں مجدد الف ثانی ہیں
عیاں کیوں کر نہ ہوں اسرار توحید وجودی سب — سرِ امرِ سورۂ رحماں مجدد الف ثانی ہیں
جمالِ نورِ مصطفوی ہے بے شک آپ کی صورت — جلالِ حضرتِ یزداں مجدد الف ثانی ہیں
خمِ سر آپ کے در پہ نہ کیوں ہوتے سلاطیں بھی — خدا کے تابعِ فرماں مجدد الف ثانی ہیں
ہے لمعاتِ حدیثِ پاک سے روشن دلِ حضرت — شعارِ حرمتِ فرقاں مجدد الف ثانی ہیں
مکتوباتِ مقدس آپ کے آئینۂ وحدت — ضیائے نیّرِ ایماں مجدد الف ثانی ہیں
نوازا خرقۂ اطہر سے غوثِ پاک نے ان کو — نشانِ شیخِ جیلاں مجدد الف ثانی ہیں
ہیں ہمنامِ نبی اسمِ گرامی حضرتِ احمد — جمالِ جلوۂ حباں مجدد الف ثانی ہیں

فداؔ مجددِ دینِ مصطفیٰ کے عاشقِ صادق
حدیثِ عشق کا عنواں مجدد الف ثانی ہیں

ابوالطاہر فدا حسین فداؔ
(مدیر اعلیٰ ماہنامہ مہر و ماہ لاہور)
(۳۴۳/ای ڈھل محلہ اندرون موچی گیٹ لاہور)

کروڑوں دُرُود

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں دُرُود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں دُرُود

شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں دُرُود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں دُرُود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرُود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں دُرُود

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں دُرُود

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں دُرُود

تم ہو شفائے مرض خلقِ خدا خود غرض
خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں دُرُود

خلق تمہاری جمیل خُلق تمہارا جلیل
خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں دُرُود

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسُل کے امام
نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں دُرُود

خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں دُرُود

جائیں نہ جب تک غلام خُلد ہے سب پر حرام
ملک تو ہے آپ کا تم پہ کروڑوں دُرُود

برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن
ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں دُرُود

کیوں کہوں بیکس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پہ فدا تم پہ کروڑوں دُرُود

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں دُرُود

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا تم پہ کروڑوں دُرُود

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں دُرُود

(۲۱) درود حل المشکلات

یہ درود مشکلات کو آسان کرنے کے لیے بہت مؤثر ہے اس لیے اسے درود حل المشکلات کہا جاتا ہے اکثر بزرگوں نے اسے مشکل کے وقت پڑھا۔ ابن عابدین نے اپنی کتاب فتویٰ شامی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ دمشق کے مفتی حامد آفندیؒ سخت مشکل میں گرفتار ہو گئے وہاں کا وزیر ان کا دشمن ہو گیا وہ بے حد پریشان ہوئے رات کو جب آنکھ لگ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انھوں نے تسلی دی اور یہ درود سکھایا کہ جب تو اس کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کر دے گا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے یہ درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔ ابن عابدین نے کہا ہے کہ میں نے ایک فتنہ عظیم میں اس درود پاک کو پڑھنا شروع کیا ابھی دو سو مرتبہ ہی پڑھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے اطلاع دی کہ فتنہ ختم ہو گیا ہے انھوں نے مزید کہا ہے کہ مجھے یہ درود شیخ عبدالکریم کی کتاب سے ملا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا

اے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

مُحَمَّدٍ قَدْ ضَاقَتْ حِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ

اور برکت بھیج یا رسول اللہ میری سفارش کیجیے میرا حیلہ اور کوشش

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ○

تنگ آ چکے ہیں